وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

بحمد اللہ سبحانہ دریں زمان سعادت اقتران

بعون اللہ الملک الوہاب رسالہ

اجابۃ السائل بعد جواب للسائل

از تصنیف منیف زبدۃ المحدثین عمدۃ المحققین المفسرین واقف اسرار الاصول و الفروع کاشف علوم عقلی و نقلی عالم نبیل فاضل جلیل سیادت و نجابت مآب منتخب آل طٰہٰ و یاسین جناب مستطاب مولانا حکیم سید غلام حسنین صاحب کنتوری مدظلہ العالی

بمطبع عجائب پریس لاہور باہتمام
[illegible] ازاں طبع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی جعل نبینا محمدا
صلعم مدینة العلم وعلیا ابها
والصلوة والسلام علی من ختم علیه
الرسالة وعلی اوصیائه الوصایة
فسد بعدهم ابوابها فعلموا الامة
احکام الشریعة ومیزوا عن
خطائها صوابها ثم نهانا
سبحانه ان ناتی من ظهور البیت
وامرنا ان ناتیها من ابوابها
وبعد فان حدیث ورود
الاعرابی الی الحسین لما کان
من احسن الاحادیث لکونه
جامعا للمسائل المهمة
من اصول الدین وفروعها
وکان قد یشتبه علی

حمد ہے اوس خدا کیواسطے جس نے
ہمارے نبی محمد صلعم کو مدینہ علم کا
بنایا اور علی اونکے وصی کو دروازہ
اوسی شہر علم کا اور درود اور سلام
ہو اوس نبی پر جس پر رسالت ختم
کردی اور اوصیائے برحق پر وصی نبی
ہونا ختم کرکے اونکے وصایت کے
دروازے بند کردئے۔ اونہین اوصیائے
برحق نے جدا کردی شریعت کے خطائے
فہم کو صواب سے پہر خدا نے ہمکو منع کردیا
اس گھر کے اور طرف سے داخل ہون بلکہ
انہین دروازون سے آئین۔ بعد حمد اور صلوة
کے معلوم ہو چونکہ حدیث اعرابی سائل کے
آنیکی بخدمت امام حسین نہایت اچھی حدیث ہے
جامع مسائل اصول وفروع اور کبہی اشتباہ

بعض الناظرین فهم غوامض
نکاتها اردت ان اشرحه
بقدر وسعی وفهمی وابیّن
ما اشتمل علیه من
الاسرار واکشف الاستار
وسمّیته باجابة السائل
بعد جواب المسائل وما قدر
علمی فی جنب کلام الامام
وما توفیقی الا باللّه
انّه ولیّ الامر فی البدو
الختام

بعض ناظرین کو اوس کے غوامض
نکات کے سمجھنے مین ہوتا ہے لہذا
مین نے اوس کی شرح کرنے کا بقدر
اپنے فہم ناقص کے ارادہ کیا اور
اون کے اسرار کا اور استار کے
کھولنے پر آمادہ ہوا جس قدر
میری فہم ناقص مین آیا اور اوسکا
نام اجابة السائل بعد جواب المسائل
رکھا - میرے علم کی کیا مقدار ہے
امام کے کلام سمجھنے مین اور مجھے
کچھ توفیق نہین ہے مگر باعدد خدا
کے وہی سب کام کا مالک ہے ابتدا
کار اور انجام مین -

بسم اللہ الرحمن الرحیم
روی مولانا المجلسی رح عن
اخطب بن خارزم ان
اعرابیا جاء الی الحسین ع
ابن علی ع فقال یا ابن رسول اللہ
صلعم قد ضمنت دیۃ کاملۃ
عجزت عن ادائہ فقلت
فی نفسی اسئل اکرم
الناس من اہل بیت
رسول اللہ صلعم

(قلت)

ان ذلک السائل جعل نفسہ
کونہ مسلما مومنا
مستحقا بوجہین احدہما
اداء الضمان من الدیۃ
براءۃ ذمتہ عن
حقوق الناس علی ما سنہ

مولانا مجلسی رح نے بحار میں روایت کی
ہے اخطب بن خوارزم سے کہ ایک اعرابی
خدمت میں جناب امام حسین ع کے آیا اور
کہنے لگا اے فرزند رسول صلعم میں
ضامن ہوا ہوں ایک پوری دیت کا
اور ادائے ضمان سے عاجز ہوں -
(اس کے معنی آئندہ بیان ہوں گے)
پس اپنے دل میں میں نے خیال کیا کہ سب سے
زیادہ کریم جو اسوقت اہلبیت رسول
میں ہے اُسی سے سوال کروں اپنی
حاجت روائی کا -

(میں کہتا ہوں)

اس سائل نے اپنے استحقاق اور مسلمان اور
مومن ہونے کی دو وجہ سے دعوے
کیا ایک تو ادائے ضمان دیت سے
بغرض بری الذمہ ہونے کے
حقوق ناس سے بنابر اُس طریق کے
جس کو رسول اللہ نے جاری فرمایا ہے

رسول الله صلعم وذلك لا
يكون الا بعد الاسلام.
واقرار الاصول الدينية
والاعتقاد بما جاء به
رسول الله من الحرام والحلال
والثانی انه يوالى اهل
البيت ويعتقد بانهم
افضل البرية بعد
رسول الله ص وهذا من
تمام الدين وكمال
المعرفة ومع ذلك فانه
اقر بكون الحسين ع
من جملة اهل البيت ع
افضل لانه امام مفترض
الطاعة ولا يبعد ان
تكون تلك الواقعة بعد

اور یہ بات بعد اسلام اور اقرار
کرنے اصول دین اسلام ہی کے
ہوسکتی ہے اور جب آدمی کو
اس کا اعتقاد ہو کر جو کچھ جناب
رسول صلعم خدا کی طرف سے لائے
ہیں احکام حلال اور حرام سے وہ
سب حق ہے دوسری وجہ ثبوت
ایمان کی اُس نے یہ پیش کی کہ
دوستدار اہل بیت کا ہے اور انکو
افضل خلایق بعد رسول اللہ
کے جانتا ہے اور یہ عقیدہ
پورے دین ہونے کا ہے اور
کمال معرفت کی دلیل ہے اور
اس کے ساتھ ہی اس نے اسکا
بھی اقرار کیا کہ اس وقت جناب
امام حسین علیہ السلام افضل اہلبیت
میں ہیں اس لئے کہ امام ہیں اور
انکی اطاعت فرض ہے اور شاید کہ یہ
واقعہ سائل کے آنے کا بعد واقعہ

شهادت الحسن كما هو الظاهر
من القرائن التى فى آخر الرواية
فثبت انه مسلم مومن
عارف بما يجب عليه ۳ وايضاً
فان قوله ومارايت اكرم
من اهلبيت الرسول و
انكان الظاهر منه الكرم
والجود بقرينه سوال
المال ولكنه يوهم
ايضا انه اراد به المعنى الذى
نص الله عليه فى
كتابه بقوله ان
اكرمكم عند الله اتقيكم
المفسر به امير المومنين ؑ
عند جمهور المفسرين

شہادت امام حسن ؑ کے ہوا ہو جیسا
کہ اون قرائن سے ظاہر ہے جو
اخیر روایت سے معلوم ہون گے
اب ثابت ہو گیا کہ یہ اعرابی
مسلمان مومن اور واجبات
شرعیہ جو اسپر ہین اونکو خوب
پہچانتا ہے - ۳ ایضاً یہ اسکا
کہنا کہ مین نے کوئی اکرم اہل بیت
رسول بجز آپ کے نپایا اگرچہ بظاہر
مراد اس سے جود اور سخاوت ہے
بقرینہ سوال مال کے مگر یہ بھی توہم
ہوتا ہے کہ اس اکرم سے مراد وہی لی
ہے جسکو خدا نے قرآن مین فرمایا ہے
کہ اکرم تم مین خدا کے نزدیک وہی
شخص ہے جو زیادہ متقی ہو جس سے
مراد جمہور مفسرین کے نزدیک
جناب علی بن ابیطالب ؑ ہین

فقول للحسین انت اکرم
الناس فی ذلک الیوم
یدل صریحاً علی انه
یعتقد کونه اماماً
وحجة وھذا دلیل علی
وقوع تلک الواقعة فی
زمن امامته وایضاً
لما کان من احکام الشریعة
علی مروجها الف تحیة
ان من عجز عن اداء
حق من حقوق اللّٰه
او حقوق الناس وکان
مومنا فقد یجب علی
النبی او الامام ان یودیه
عنه بشروط فاظهار
عجزہ عن اداء الدیة

پس اعرابی کا یہہ کہنا جناب امام
حسین علیہ السلام سے کہ آج کے روز
آپ ہی اکرم الناس ہین صریح
دلالت کرتا ہے کہ حضور کو یہہ
سائل امام اور حجت مانتا ہے
اور یہہ بات صریح دلیل اسی کی ہے
کہ یہہ واقعہ زمانۂ امامت جناب
امام حسین ع کا ہے (۴) ایضاً
چونکہ منجملہ احکام شریعت محمدی
کے یہہ بھی ایک حکم ہے کہ جب
کوئی مومن ادائے حقوق واجبۂ
الٰہیہ خواہ حقوق ناس سے عاجز ہو
پس کبھی اوس کا ادا کرنا نبی خواہ
امام پر واجب ہوتا ہے بعد لحاظ
اون شروط کے جو شریعت نے
مقرر فرمائے ہین پس اب اس اعرابی
کا اظہار اپنے عجز کا ادائے دیت سے
جو کر رہا ہے اور اوس کے ساتھ

وادعاء اكرمية اهل البيت
كانه نص صريح على ما
اردناه من قبل۔ هذا
ما ادى اليه نظرى في
لفظ السؤال ۵ وقد لقي
شيئ آخر وهو ان ذلك
السائل لما كان من
الاعراب وهم جهال الامة
كما قال الله عز وجل
الاعراب اشد كفراً و
نفاقاً واجدر الا
يعلموا حدود الله و
قد ادعى السائل من علمه
وفقهه ومعرفته بالفروع
كما ترى حتى انه قد ادعى
من التفقه في الدين

اکرم ہونا اہل بیت کا بھی مدعی ہے
یہہ بات دلیل صریح اُسی دعوے
کی ہے جو ہم نے اوپر کیا ہے کہ
یہہ شخص مومن اور عارف کامل ہے
اس قدر تو ہم کو لفظ سوال سے
معلوم ہوا ہے ۵ ابھی ایک بات اور
ابھی باقی رہی وہ یہہ ہے چونکہ یہہ
سائل اعرابی اور صحرائی آدمی ہے اور
اعراب جاہل ترین امت ہوتے
ہیں چنانچہ قرآن مین وارد ہے
کہ اعراب کفر اور نفاق مین
زیادہ سخت ہین اور احکام الٰہی
کے نہ جاننے کے زیادہ لائق ہین اور
یہہ سائل اپنے فقیہہ اور عالم اور عارف
ہونے کا ایسا دعوے کرتا ہے ۔
دیکھو اس نے دعوے عالم دین ہونے اور
اصول اور دین سے واقف ہونے
کا اس قدر کیا ہے ۔

والاحتیاط فیہ انّہ لا یرضی
بکونہ مشغول الذّمّۃ ویموت
مع کونہ عارفاً للامام المفترض
الطّاعۃ وبانّ اداء الدّیۃ
واجب علی الامام لکون السّائل
عاجزاً عن ادائہا وانّہ
مع کونہ محتاجاً فی
حوائجہ الضروریّۃ لا
یذکر فقرہ وفاقتہ فی
معاشہ بل یرید اوّلاً
اداء الحق الّذی یجب علیہ
ادائہ ویقدّم ذلک علی نفقتہ
الواجبۃ فہو مصداق لما
وصفہ سبحانہ الفقراء المتعففین
فی قولہ للفقراء الّذین احصروا

اور اپنے محتاط ہونے کا بھی مدّعی ہے
اس کو پسند نہیں ہے کہ مشغول الذّمہ
ادائے حق واجب ہو کر مرجائے باوجودیکہ
امام زمانہ کا عارف ہے اور یہ بھی
جانتا ہے کہ اس کے بار کا ادا کرنا امام
پر واجب ہے بسبب اس کے نادار
اور عاجز محتاج ہونے کے (۲)
اور یہ بھی کیسی عمدہ دلیل اس کے
عقل اور علم کی ہے کہ باوجودیکہ اپنے
حوائج ضروریّہ میں اس قدر محتاج
ہے کہ دقت ہو رہی ہے مگر اوسکا
اظہار کس عمدگی سے کرتا ہے کہ پہلے
مجھ پر جو حق واجب اغیار کا ہے وہ ادا
کر دیجئے اور اپنے نفقۂ واجبہ کے سوال
پر اُسکو مقدم کرتا ہے (اللہ اکبر) ایسا یہ
شخص ضرور مصداق اوس صفت کا ہے
جو خدا نے حقدار مستحقین کے حق میں فرمائی ہے
کہ ایسے فقیر دلنکو دو جو تنگی میں ہیں
یا دل تنگ ہوں یا چل پھر نہ سکیں

وقوله ولا يسئلون الناس
الحافا - وهذا كله دليل على
كمال معرفته بالاحكام الشرعيه
وكونه متورعاً فقيهاً مع كونه
اعرابياً وان ذلك من العجب
العجاب فلا بد من انه
قد صحب النبيّ او علياً او الحسن
عليهم السلام وادرك صحبة
المنعم والا فكيف يصل
الاعرابيّ الى تلك المنزلة
من التفقه والديانة
٧ وايضاً فان السائل
قد ذكر ان عليه الضمان
من الدية ولم يبيّن مقدارها
وعددها من الدراهم والدنانير

اور یہہ بہی خدانے فرمایا ہے کہ اون
فقرا کو دو جو آدمیون سے گڑگڑا کر
سوال نہ کرین - اور یہہ سب دلیل
ہے اس کے کمال معرفت پر احکام
شرعیہ کے اور نیز اس کے محتاط
اور فقیہ ہونے کی باوجودیکہ یہہ
شخص اعرابی اور صحرائی آدمی ہے
اور یہہ بھی ایک عجیب بات ہے
پس ضروری ہے کہ اس کو صحبت
نصیب ہے جناب رسول ص کی
یا جناب امیر علیہ السلام یا امام
حسن علیہ السلام کی - ورنہ اعرابی
اس درجہ علم اور فقہ کو کیونکر پہنچ
سکتا ہے (۷) ایضاً چونکہ سائل نے
بیان کیا کہ اس پر ضمان دیت واجبہ
ہے اور مقدار اور عدد اوس کی
درہم اور دینار مین ظاہر نہ کی یہہ
بھی اوس کی دانائی اور فراست
کی پوری دلیل ہے -

و لم ينصب قرينة لفظية
دالة على المعنى المراد من الدية
ههنا فلعله اراد ان الحسينؑ
لكونه اماما و حجة
لا يخفى عليه المعنى المراد
من الدية ولا المقدار
الواجب ادائها منها
فلا يسئل منى بل يعطى
اما بقدر ادائها او ازيد
منها بما انفق منه على
نفسى و عيالى و هذا
الفعل منه عندى لغرضين
احدهما اطمينان قلبه على
كون الحسينؑ الامام المنصوص
عليه فان علم الغيب و
ما فى الضمير انما هو من خواص
الانبياء و الائمة بتعليم الله سبحانه

(۸) اور جو مراد اس کی دیت سے
ہے اوس پر کوئی قرینہ لفظی بھی قایم
نہ کیا۔ پس شاید اوس کا ارادہ یہ
تہا کہ امام حسینؑ چونکہ امام اور حجت
خدا ہیں اودہر میری مراد جو کچھ لفظ
دیت سے ہے ہرگز مخفی نہ ہے گی
اور نہ وہ مقدار حضور پر مخفی رہیگی
جس کا ادا کرنا مجھہ پر واجب ہے
پس مجھہ سے وہ جناب کبھی نہ
پوچھیں گے بلکہ بدون پوچھے
تو اوسی قدر دیں گے کہ وہ دیت
ادا ہو جائے یا اوس سے زیادہ
کہ جو میری اور میرے عیال کے
نفقہ میں کام آئے۔ یہہ ہوشیاری
بھی قابل دید ہے اور میرے نزدیک
یہہ فعل اوس کا دو غرض سے تہا
ایک تو اطمینان حضرت کے امام ہونے
پر اسلئے کہ علم غیب ہونا نبی اور امام کے
بہ تعلیم خدا اور کسی کو نہیں ہوتا

والثانی اظہار کرامۃ الحسینؑ
علی الحضار وعوام الامۃ
الی یوم القیمۃ لئلا یکونوا
حائرین بائرین ولا یشکوا
فی دینہم لکون بنی امیۃ
ذا دولۃٍ اغنیاء یدعون
الخلافۃ والامامۃ
ولاسیما فی عہد الحسینؑ
من ادعاء یزید
الامامۃ ۔ وھذا
ایضًا یدلُّ علی کونہ
عریفًا ماھرًا فقیہًا ۔
علی انّہ کلّما قرأت
او سمعت ھذہ الروایۃ یخطر
ببالی انّ ذلک السائل لم یک

دوسری عرض اُس کی یہہ تھی کہ جناب
امام حسینؑ کی کرامت تمام حضار
اور عوام امت پر ظاہر ہو جاوے
تا روز قیامت تاکہ وہ لوگ حیران
اور متردد نہ رہیں اور اپنے دین
مین شک نہ کریں اس لیئے کہ بنی امیہ
صاحب ثروت تھے اور مالدار مدعی
خلافت اور امامت کے بالخصوص زمانہ
امام حسین علیہ السلام مین کہ یزید مدعی
امامت کا تھا اور کیسا مدعی ۔
۔ اور یہہ فعل اعرابی کا بھی اوس کے
بڑے عارف اور ماہر ہونے پر
اور فقیہہ کامل ہونے پر دلیل ہے
۔ علاوہ برآن مین جب اس روایت
کو پڑھتا یا سنتا میرے
دل مین خیال گذرتا کہ یہہ سائل
یعنی اعرابی جس کا یہہ حال ہے ہرگز

من عوام الامة بل اما
هو ملك مقرب او الخضر
فان الاسولة والاجوبة
المروية فی تلك الرواية
لایمکن ان یجیب عنها
الا من کان ملکا
او نبیا والله یعلم
بحقیقة الامر هذا و
قد علمت ان السائل
اظهر فی سواله کونه
مومنا وکونه عاجزا
من اداء الضمان وان
علیه ضمان دیة کاملة
لا ناقصة واحال علم مقداره
علی علم الامام وادعی وجوب الاداء علی

عوام امت سے نہین ہے بلکہ یا تو
وہ کوئی فرشتہ مقرب ہے بصورت
انسان اور یا وہ حضرت خضر علیہ السلام
تھے اس لئے کہ یہہ سوالات جو
امام نے کئے اور یہہ جوابات جو
اعرابی نے دئے جو اس روایت
مین مذکور ہین کوئی نہین دیسکتا
سوائے فرشتہ مقرب یا نبی کے
اور خدا کو علم ہے کہ درحقیقت یہہ
کون تھا اور کیا بات تھی (۱۰) یہہ
بھی تم کو معلوم ہو چکا کہ سائل نے
اپنا مومن ہونا اور پھر عاجز ہونا
ادائے ضمان سے ظاہر کیا اور
یہہ بھی کہا کہ اوس پر دیت کامل
کا ادا کرنا واجب ہے نہ دیت ناقص
کا اور اوس کے مقدار کا جاننا علم
امام پر محول کیا اور یہہ بھی
دعوے کیا ہے کہ اس کا ادا
کرنا مجھہ پر واجب نہین بلکہ

الامام فاذن یجب علی
الامام اجابۃ السائل بعد
ثبوت الشرعی فی کونہ
صادقا فی دعواہ ولا
یقدر السائل ان یقیم
البینۃ والشہود علی
تصدیقہ لانہ بدوی لا
یعرفہ احد من الحضار فعلی الامام
والحجۃ لتصدیق المدعی طریق اٰخر
وھو یمین او ما یقوم مقامہ
واول واقدم منھما اختبارہ
فی کونہ عالما فقیھا وھذا انما
یتاتی بان یسئل عنہ الامام عن
سوالات لا یجیب عنھا الا الفقیہ
الکامل فی علمہ ودرایتہ

بلکہ امام پر واجب ہے اب اسوقت
امام پر واجب ہے کہ سائل کا
سوال بعد ثبوت شرعی کے
پورا کرے اور گواہ ثبوت
یہہ سائل اس وقت لا نہین
سکتا اس لئے کہ صحرائی آدمی
ہے حضار جلسہ مین کوئی اُسے
پہچانتا نہین ہے اب اس کی
تصدیق کے واسطے دوسرا
طریق ہے یعنی قسم شرعی یا
کوئی اور بات جو بجائے قسم کے
ہو اور سب سے پہلے امتحان
کرنا چاہئے کہ یہہ شخص عالم اور
فقیہ بھی ہے یا نہین اور یہہ امتحان
اسی طرح سے ہوگا کہ امام علا اس سے
چند سوالات ایسے کرین جن کا
جواب بجز عالم کامل کے اور کوئی
نہ دے سکے تاکہ اس کے علم اور
عقل کا مبلغ معلوم ہو جائے

ثم یختبر الامام بعمله
بعد ثبوت علمه ثم یوکده
بما یقوم مقام الیمین

فقال الحسین یا اخا العرب

اسالک عن ثلث مسائل
(قلت)
فقول الحسین یا اخا العرب
دلیل علی فخامة شان
الرجل وانه لیس من
عوام الامة لان
لفظ الاخوة وان کان
التلفظ به مامورا
لکل مسلم مومن قال الله
تعالے وان لم تعلموهم
باباءهم فاخوانکم فی الدین

پہر بعد ثبوت علم کے اوس کے عمل
کا بھی ثبوت امتحان سے لے
پھر اوس کے بعد تقویت ثبوت
کی ویسی طرح سے فرمائی جو بجائے
قسم کے ہو لہذا امام حسین ؑ
نے فرمایا اے بھائی عرب مین
تجھ سے تین سوال مین کرتا ہون
یہہ امام ؑ کا بھائی کہنا اوس کی
شان بزرگی پر دلیل ہے اور اس
بات پر کہ یہہ شخص عوام جہال سے
نہین ہے اس لئے کہ لفظ برادر اگرچہ
اوس کا استعمال کرنا ہر ایک مسلم
مجہول الاسم واللقب پر بحکم خدا
جائز ہے چنانچہ اللہ تعالے قرآن
مین فرماتا ہے اگر تم اپنے ملنے والون کے
نام نجانتے ہو تو اون کو اپنا دینی
بھائی کہہ کر پکارو (یہہ اعلے
درجہ کی اخلاقی تعلیم ہے۔ اور
دینی کا لفظ بھی کیسا مفید ہے)

لكن قرينة سوال المسائل
بعده تدل على ما قلناه
وايضًا لفظة ثلث مسائل
دليل ثانٍ عليه حيث
لم يقل عن سوالات
ثلثه اوغيره من الالفاظ
فان لفظ المسئلة اخص
واشرف من الفاظ اخر
ومن هذا علم انه يريد
السؤال عن مسائل مهمة
ولا يسئل عن مقدار الضمان
وعدده لان المسئلة لا

يطلق عليه ان اجبت

واحدا اعطيتك ثلث المال
الذي يجب عليك ادائه في
الضمان او الديون كما يأتي

لیکن قرینہ تین مسائل کے پوچھنے گا
جو بعد اس لفظ کے ہے اسی پر
دلیل ہے کہ شان اسکی عظیم ہے۔ ایضًا
تین مسائل کے لفظ دوسری
دلیل اسی پر ہے اس لئے کہ
تین سوالات خواہ کوئی اور لفظ
ہم معنی اس کے نہ فرمائے اور
مسئلہ کے لفظ خاص اور اشرف
سے اور الفاظ سے (کہ عالم سے
پوچھے جاتے ہین) اس لفظ سے
معلوم ہوا کہ امام ع مسائل مشکلہ
سے پوچھکر امتحان لینا چاہتے ہین اور
مقدار ضمان اور عدد سے اوس کے
سوال نہ فرمائینگے اس لئے کہ مسئلہ
کے لفظ اوس پر بولی جاتی ہے +

اگر تو ایک مسئلہ کا جواب دے گا

تہائی مال کی تجھے دون گا۔ یعنی
جس کا ادا کرنا تجھ پر ضمان دینا اور
دیگر قرض سے واجب ہے

هو الف دينار كما يأتى فى
آخر الحديث فيكون ثلث
ثلثمائة وثلث وثلثون
ديناراً وثلث دينار ولذا
عرّف لفظ المال بلام العهد
المعهود فى علمه
ان كان السائل من
عوام الامة وهذا
هو مقدار ضمان الدية
ولا يبقى منه لنفقة بعد اداء
الضمان شي وان كان
السائل من الملئكة او كان
الخضر؏ فالمعهود عند السائل
والمجيب كليهما سلام الله عليهما
ولمجئ الخضر؏ عند الائمة فى
مثل تلك الاوقات روايات

اور وہ ایکہزار دینار ہے جیسا کہ آخر
حدیث مین آتا ہے اوس کا ثلث
۳سو ۳۳ اور ایک ثلث دینار
ہوا اور اسی وجہ سے حضرت ؑ نے
لفظ مال پر لام عہد کو داخل
فرمایا جو آپ کے علم مین مقرر
اور معہود ہے اگر یہ سائل
عوام امت سے تھا اور یہہ
ثلث وہی مقدار دیت تھی اس مین
اوس کے نفقہ کے واسطے کچھ
نہین بچتا ہے بعد ادا ے ضمان
کے اور اگر سائل کوئی فرشتہ ہے
یا خضر؏ پہر تو معہود دونون کے
ذہن مین ہے سلام خدا دونون
پر ہو۔ اور جناب خضر؏ کا ائمہ؏
کے پاس ایسے وقت ہدایت امت
کی غرض سے آنا چند روایات سے ثابت
ہے (اور سوال اور جواب بھی اسی
قسم کے منقول ہین)

كثيرة معلومة لارباب
العلم- ثم لما كان السائل
قد استدعى عن الحسين عليه السلام
اداء الضمان للدية الكاملة
مع كونه معسرا فقيرا
يحتاج في امور معاشه
ايضا وان لم يسئله الحافا
واجاب الامام انه ان اجاب
عن احدى المسائل فهو
يستحق ثلث المال فلعل ضمان
الدية كان مما يمكن تخصيصه و
تقسيمه كما ياتي في اخر الحديث فان
الحديث يفسر بعضه بعضا- ولا يذهب
عليك ان التخصيص ههنا وقع بالنظر

ایسی بہت سی روایتین تشریف آوری
حضرت خضرؑ کی ہین جن کو اہل علم
جانتے ہین- پھر چونکہ اعرابی نے
امام عمؑ سے ادائے ضمان دیت
کاملہ کی درخواست کی تھی حالانکہ
فقیر اور تنگ حال محتاج اپنی
معاش مین بھی ہے اگرچہ اوس کا
سوال نہین کیا ہے اور امام عمؑ نے
فرمایا کہ اگر ایک مسئلہ کا جواب
دیگا ثلث مال اوس کو ملے گا
پس شاید کہ ضمان دیت ہذا
اوس قسم سے ہے جس کی تقسیم
ممکن ہے جیسا کہ اخیر حدیث مین
آتا ہے اس لئے کہ حدیث کا
ایک جزو دوسرے کی تفسیر کرتا
ہے- یہہ بھی پوشیدہ نہ
رہے کہ یہہ تخصیص اور تقسیم
بنظر مقدار اور عدد اوس مال
کے نہین فرمائی ہے-

مایجب اداۂ بل انما وقع
بالنظر الی قدر المعرفۃ
کما یصرح الحسینؑ بعد ھذا
ومن اوضح الدلائل
علی کون السائل عریفا
ماھرا انہ عبر عن
حقوق الغرماء بلفظ
الدیۃ ولم ینصب
قرینۃ علی ما ارادفان
الدیۃ بالکسر یتبادر
منہ بدون القرینۃ حق المقتول
علی القاتل او علی من ضمن
جریرتہ والاعرابی لایریدہ
بل یرید معنی آخر من قولھم
ودی الامر ای قربہ

جس کا ادا کرنا واجب ہے بلکہ یہ
تقسیم بنظر مقدار علم اور معرفت
سائل کے ہے چنانچہ خود حضرت
اس کی تصریح فرماتے ہیں۔ اور
نہایت واضح دلیل ابن اعرابی کے
عالم کامل اور ماہر مقامات امامؑ
کے یہہ بھی ہے کہ اس نے قرضخواہان
کے حقوق کو بلفظ دیت وارد
کیا اور کوئی قرینہ لفظی بھی اس
غیر مشہور معنی پر قائم نہ کیا
اس لیے کہ دیت بکسر دال اُس کے
مشہور معنی بلا قرینہ یہی ہیں
کہ جو حق مقتول کا قاتل پر ہوتا
ہے خواہ جو شخص ضامن قاتل
کا ہو اوس پر اور اعرابی یہہ
معنی نہیں مراد لیتا ہے بلکہ دوسرے
معنی جسکا خلاصہ یہہ ہے کہ
قریب آگیا زمانہ وتوسع یا
ادا کرنے بھی کام کا

ومراده ان ضمانی باداء
حقوق الغرماء كامل
اذ قربته بالمواعيد فكان
وقت الاداء قد حان فهم
ذالك يعني علم الامام
اختبارا واظهارا لمنصب
الامام في علمه الغامض
فانه عالم بالاسرار و
الخبايا وصيانة لعرض
السائل الغيور ليخفى على غير الامام
مكان خلته وهذا الذي
ذكرته من مراده مصرح في
آخر الحديث وهو قول الحسين ع يا
اعرابي اعط الذهب الى غرمائك
ومن حق السائل العالم الغيور

مراد اس کی یہہ ہے کہ قرضخواہوں کے
اداے قرضہ کی ذمہ داری جو مجھپر
ہے اوسکا وقت جسے وعدہ اداے
قرض نے قریب کر دیا ہے اور
وعدہ پورا ہو چکا (یہہ عطف سوال کے
ہے) اور اس رمز مخفی کا علم امام
علم کامل کو سپرد کیا اس لیئے
کہ وہ جناب پوشیدہ اسرار
کے عالم ہیں یہہ امتحان بھی
اس کو منظور ہے اور اپنی
آبرو کی حفاظت بھی کرتا ہے
اس لیئے کہ سائل غیرت دار ہے
چاہتا ہے کہ میری تنگی اور فقر
پہ سواے امام کے اور کوئی واقف
نہ ہو۔ اور یہہ معنی دیت کے
جو ہم نے لکھے آخر حدیث سے
معلوم ہوئے کہ خود امام نے
فرمایا اے اعرابی سونا اپنے قرضخواہوں
کو دے اور باغیرت سائل کی شان یہی ہے

ان لا یظهر شکواه وان
زلّت للمتحمل الّا بالکنایة
لانّ اظهار کونه معسراً
مدیونا یوهن فی علوّ
رتبته من العلم والتفقّه
فکون المرء مدیونا
احدی شدّة من
الشّدائد الاربع واظهاره
والسّوال بعده شدّة
اخری فاراد الاعرابی
انّ الامام عالم بفقره
وان لم یظهره ولم
یسئله ولیس لی وهن
فی ذلک نعم اذا
اظهرت علی رؤوس الحضار

کہ اپنی تنگی کی شکایت ظاہر
بظاہر نہ کرے اگرچہ قدم صبر
مین لغزش کا وقت آگیا ہو
اس لئے کہ اپنے تنگدست اور
مقروض ہونے کا اظہار اوس کے
درجہ بلند مین نقص پیدا کرتا ہے
اور اُس کے علم اور عقل کو مٹاتا ہے
آدمی کا مقروض ہونا ایک سختی ہے
منجملہ چار دنیوی سختیون کے اور
جب اوس کو ظاہر کرکے سوال کرے
اور بھیک مانگے یہہ دوسری سختی
ہے جس مین اپنے اختیار سے پڑتا ہے
پس اعرابی کا ارادہ ہوا کہ امام ؑ تو
بدون میرے اظہار کے عالم ہیں
کہ مین سوال نکرون اور انکے جانے
سے کچھہ میری ہتک اور ذلت
نہین ہوتی ہان اگر مین اپنی
تنگدستی اور فقر کو سب کے
سامنے ظاہر کر دون - البتہ

فهو ذلّ وخزی لامحالة-

امّا الامامُ فیلاطف به

ویعامل منه مما یستحقّه من

البذل والعطاء وضمان

الدّیة فلیس بذلك التشدّد

فانّه قد یحصل اتّفاقاً من

غیر قصد ویکون حکماً نافذاً

من الشرع کالوراثة ولیس

فیه هوان ولاذلّة کالقرض

وانّما احال الحسینؑ اعطاء الکل

لما سنبیّنه انشاء الله وان

احببت اثنان اعطیتك

ثلثی المال + وهو ستمائة و ثلث

و ستّون درهماً و ثلثی درهم +

وہ ذلت اور رسوائی ضرور ہے اور امامؑ

تو اوس سے بلطف پیش آئینگے

اور جس قدر دینے کا یہہ مستحق ہے

اوسے دینگے - رہی ضمان دیت

وہ ایسی شدت اور سختی کی بات

نہین اس لئے کبھی بلا قصد

ضامن دیت ہونا پڑتا ہے اور

حکم شرعی مثل وراثت کے نافذ

ہوتا ہے اوس مین کسی قسم کی

ذلت اور رسوائی نہین ہے - اور

امام علیہ السلام نے کل کا دینا جس مصلحت

سے ہر سہ جوابات امتحانی کے دینے

پر وعدہ فرمایا اوس کی مصلحت

ہم پھر بیان کرینگے اور اگر

تو دو سوال کا جواب دے گا

دو ثلث تجھے دونگا (اور

وہ (۶۶۶) درہم اور دو ثلث درہم ہین

وان احببت الکل اعطیتک
الکل وھو الف دینار۔

قلت

ولما علم الاعرابی انہ امام حق
ناطق بالحق معجز لاریب
فیہ لانہ اظہر فی تلک
المکالمۃ امرین معجزین
ما لا یمکن صدورھما
الا عن نبی او وصی نبی
احدھما انہ لم یفتش عن الاعرابی
مقدار ما یجب علیہ اداءہ
والثانی کونہ مشغول الذمۃ
بدیون یمکن تخصیصہ و
تقسیمہ وھما امران معجزان

اور اگر تو تینوں مسائل کا جواب
دیوے گا سب مال تجھے
دونگا (اور وہ ایکہزار دینار ہے)

میں کہتا ہوں

اور چونکہ اعرابی نے جان لیا کہ
وہ جناب بے شک امام برحق
اور حق گو صاحب اعجاز ہیں اسلئے
کہ اسی تقریر میں حضور نے دو
امر معجز کو ظاہر فرمایا کہ جن کا
صدور بجز نبی یا وصی نبی کے دوسرے
سے ممکن نہیں پہلے تو آپنے اعرابی
سے یہ نہ پوچھا کہ تجھ پر کس قدر
بار قرضہ ہے اور دوسرے یہ بھی
آپ کو معلوم ہو گیا کہ اعرابی
پر چند طرح کا قرضہ ہے
جس کے حصے ہو سکتے ہیں
یعنی قابل تقسیم ہے کچھ ادا
ہو اور کچھ ادا نہ ہو

فلا يبعد ان يكون قد تحيّر
عقله وان تعدت فرائصه
من الهيبة وعلوّ شان
الامامؑ وخاف ان سواله
يكون من ادقّ المسائل
فلا يطيق بجوابه لانّ الامامؑ
انّما يسئله اختيار الدين وعلمه

فقال الاعرابي امثلك يسئل

عن مثلي لانّك من اهل العلم
والشرف

قلت

امّا كونه من اهل العلم فقد
بان عند الاعرابي لعلمه مقدار
الضّمان وتعيينه بالعطيّة
من دون ان يسئل عنه وكونه
من اهل الشّرف تابع لعلمه

کچھ دور نہین ہے کہ اعرابی کی عقل
دنگ ہو گئی ہو اور اوس کے
جوڑ بند میں تھرتھری پڑ گئی ہو
ہیبت امام اور علو شان سے
حضرت کے اور ڈرا ہو کر آپ کے
سوالات مشکل ترین مسائل
سے ہونگے اوسکی طاقت جواب دینے
کی نہو گی اسلئے کہ یہ سوالات بغرض
امتحان دین اور علم اعرابی کے ہونگے

اعرابی نے کہا آپ سا شخص عالم علم لدنی اور

مجھ ایسے جاہل سے مسئلہ پوچھے گا-

مین کہتا ہوں

اہل علم ہونا حضرت کا تو اسی بات سے
پر ظاہر ہو گیا کہ آپ کو مقدار ضمان دیت
بدون پوچھے سائل سے معلوم
ہو گئی اور جو کچھ آپ کو دینا منظور
ہے وہ بھی معین فرما دیا اور
اہل شرف ہونا تابع اسی علم کے ہے

فقال الحسینؑ بلٰی ولکن

سمعت جدی رسول اللہ صلعم

المعروف بقدر المعرفۃ

قلت

وقد اثبت الحسینؑ عن

استشہادہ بقول جدہ

المعروف بقدر المعرفۃ

ان الدیون التی یجب

ادائہا علیک بعد

عجزک ویجب ادائہا

علی الامام مختلفۃ فی وجوب

ادائہا واستحبابہ

کک تختلف شغل الذمۃ بہا

وایضاً یختلف کیفیۃ

بذلہا واستحقاق المطالبۃ عنہا

امام حسینؑ نے فرمایا یہہ بات نہین

کہ مین تجھسے اپنی لاعلمی سے پوچھتا

ہون بلکہ مین نے اپنے نانا رسول اللہؐ

سے سنا ہے فرماتے تھے کہ نیکی کرنا کسی

سے بقدر اوسکے علم اور معرفت کے چاہئے

مین کہتا ہون

امام حسینؑ نے اپنے نانا کی حدیث مقدس

سے اس بات پر استدلال فرمایا ہے کہ

جس قدر قرضہ کے اقسام تجھ پر

واجب الادا ہین اور تو اونکے ادا

کرنے سے عاجز ہے اور امام پر

اونکا ادا کرنا واجب یا مستحب ہے

اونکے اقسام مختلف ہین اور اسیطرح

تیری ذمہ واری بھی مختلف ہے

اور اونکے دینے اور ادا کرنے کے

مختلف طریقہ ہین ایک طریق اونکے

ادا کرنے کا نہین ہے جیسا کہ اون

طرق کا بیان مفصل طور سے

كما هو مفسّر في محلّه

فكثيرا ما يكون الضمان

ساقطا من اداء الدّين من

حيث انّه دين غير مشروع

كلّه وكثيرا ما يكون الذمّة

مشغولة باداء اصل الدّين و

يسقط اداء النماء لكونه

ربًا محرما لم يستعمل فيه

من الحيل الشرعيّة التّي

تتخلص من الرّبا و

لمّا كان المرء المؤمن بالله يتفاوت

مدارج ايمانه بالله لان الايمان كلّي

متشكّك كما بيّنه الصادق عليه السلام في حديثه

المروي في الكافي وذلك التفاوت

تمايستنه الى علمه بالمعرف

اپنے مقام پر تفصیل سے مذکور ہے

اسلئے کہ اکثر گاہ ضمان ساقط

ہوتی ہے کیونکہ اصل قرض وغیرہ

نامشروع ہوتا ہے اور اکثر واجب

الادا اصل قرضہ ہوتا ہے اور

نفع کا ادا کرنا ضرور نہین اسلئے

کہ سود حرام وہ نفع ہوتا ہے

کہ اوس مین کوئی حیلہ یعنی طریقہ

شرعی ایسا نہین عمل مین آتا جو

اوس کو جائز اور مباح کردے۔

پھر چونکہ مرد مومن کے ایمان کے

درجے بھی مختلف ہین اس لئے

کہ ایمان کلی متشکک ہے چنانچہ صادق علیہ السلام

سے کتاب کافی مین حدیث

اختلاف مدارج ایمان کی وارد ہے

پھر یہ اختلاف مدارج ایمان

مومن کا اوس کے علم دین کی

وعمله بالاحکام ولذا اراد
الحسین علیه السلام ان
یختبر هذا الرجل ویسأله
عن مسائل یعلم ان
دیونه صحیحة واجبة
ادائها کلها او بعضها
ورتب السؤال علی ذلک
الترتیب کما یاتی - فالعالم
العامل بالاحکام لا
یکون مدیونا بدین
غیر واجب ادائه بل
یستقرض مراعیا شروط
القرض فیکون دیونه
کلها واجبة الاداء لا فیها اسراف
ولا تبذیر لا فی اخذها ولا فی

معرفت اور اوس کے احکام شرع
پر عمل کرنے سے معلوم ہوتا ہے
اور اسی وجہ سے حضرت نے ارادہ
فرمایا کہ اعرابی کا امتحان لیں چند
سوالات کے پوچھنے سے تاکہ معلوم
ہو جائے کہ اوس کا قرض سب
بطور شرع کے صحیح اور درست ہے
یا کہ بعض تو صحیح واجب الادا ہے
اور بعض نادرست ہے اور اپنے
سوالات کو اسی ترتیب سے حضرت
نے وارد فرمایا جیسا کہ آتا ہے۔
عالم اور عامل احکام شرع کا وہ کبھی ایسا
قرض نہ لیگا جسکا لینا درست نہو اور اسکا
ادا کرنا واجب نہو بلکہ قرض لیتے وقت
شروط قرض کو جو شرع میں ہیں ملحوظ رکھیگا لہذا
اوسکا سب قرض صحیح اور واجب الادا ہی
ہوگا نہ اوس میں اسراف بیجا اور
نہ اوس کو لے کر خرچ بیہودہ
کرے گا جو حرام ہے اور نہ

ادائها يمكن تخصيصها
وتقسيمها اثلاثا وارباعا
وغير ذلك - ولما كان
الاستفهام الوارد في قول
الاعرابي استفهاما انكاريًا
بمعنى الست من اهل
العلم والشرف فهو في
المعنى سلب فلذا اجاب
الامام عليه السلام
بقوله بلى ولم يجب بقوله
نعم ومراده انه ليس كما
قلت ونفي النفي اثبات فالمراد
اني لا محالة من اهل العلم
والشرف ولست اسئلك
لاني لا اعلم تلك المسائل

ادا کرنا حرام ہے اور اون دیون
کی تقسیم اور حصہ حصہ کرنا تہائی
چوتہائی وغیرہ سے ممکن ہے۔
اور چونکہ استفہام قول اعرابی مین
مین استفہام انکاری ہے جس کے
معنی یہہ ہین کہ کیا آپ اہل علم
اور شرف سے ہنین ہین پس گو
کہ لفظ مین اثبات ہے مگر معنی
مین نفی کے ہے اسی وجہ سے
حضرت نے جواب مین لفظ
(بلی) کو فرمایا جو بعد
نفی کے وارد ہوتی ہے اور
مراد حضور کی یہہ ہے کہ جو تونے
کہا وہ بات ہنین ہے اور نفی کی
نفی سے اثبات ہو جاتاہے اب
مطلب یہہ ہوا کہ مین ضرور اہل علم
اور شرف سے ہون اور تجہہ سے
اس غرض سے ہنین پوچھتا کہ
مین اون مسائل کو نجانتا ہون

بل لان جدی رسول الله صلعم
امر بالمعروف وهو الصدقة
علی المسلم او المجازاة وحسن
السلوك او الاكرام
عليه بقدر معرفته
فعلمه ان كان زائداً
فزائد وان كان ناقصا
فناقص فاسئلك عن ثلث مسائل
يظهر من جوابها
مبلغ علمك ومعرفتك
عند الناس ويثبت
استحقاقك علی ظاهر
الشريعة ايضاً فقال الاعرابی
سل عما بدا لك فان اجبت
والا تعلمت منك ولا قوة الا بالله

بلکہ اس لئے پوچھتا ہون میرے نانا رسول اللہ صلعم
نے حکم دیا معروف کرنے کا اور وہ
صدقہ ہے مسلمان پر خواہ جزا دینا
اور حُسن سلوک سے پیش آنا خواہ
اوس کی بزرگداشت کرنے یہہ سب بقدر
اوس شخص کی معرفت اور علم کے
مناسب ہے اگر علم اوس کا زیادہ
ہے پیش آمد بھی زیادہ کرو اور اگر
علم کم ہے اوس مین بھی کمی کرنی چاہئے
اب مین تجھ سے تین مسئلہ پوچھتا
ہون اون کے جواب سے تیرے
علم کی مقدار اور تیری معرفت کی حد
سب آدمیون پر بھی ظاہر ہو جائیگی
اور ظاہر شریعت پر تجھے دینا درست
ہوگا - اعرابی نے کہا پوچھئے
جو آپ کے جی مین آئے اگر
مجھ سے جواب ہو سکے گا فبہا ورنہ
حضور سے سیکھون گا اور قوت جواب
مجھے بدون امداد خدا کے نہین ہے

قلت

وهو جواب حسن والله رجل
خبير بصير هكذا يجب على خيار
الامة ان يتكلموا من اهل العلم
وقد استوفى ذلك الكلام
شروط العلم وآدابه كما
لا يخفى فان قوله سل عما
بدا لك وان كان يوهم
الجسارة وترك الادب لكنه
لما اتبعه بقوله فان اجبت والا
آخره فقد علم منه انه لا يدعي
كمال علمه مخصوصا ولي الامر ثم
اتبعه بقوله ولا قوة الخ فهذا تمام
التهذب بكمال الادب في مخاطبة الامام

مین کہتا ہون

کیا اچھا جواب اعرابی نے دیا اور اب
معلوم ہوگیا کہ یہہ شخص باخبر ہے اور صاحب
بصیرت ہے اسی طرح نیک اور پسندیدہ
اشخاص امت پر واجب ہے کہ اہل علم سے
اسی طرح پیش آمد کرین۔ اس کلام مین
اعرابی کے علم کے شروط اور آداب سب
پورے موجود ہین جیسا کہ مخفی نہین
اس لئے کہ اس کا یہہ کہنا کہ جو جی
مین آئے آپ مجہہ سے پوچہین
اگرچہ بظاہر گستاخی تہی مگر جب
اس کے بعد یہہ کہدیا کہ اگر مجہہ سے
جواب درست نہ دیا گیا آپ سے
اوس کو سیکہہ لونگا اب معلوم ہوا کہ
یہہ شخص اپنے کمال علم کا مدعی نہین
ہے پہر اس کے بعد اپنی قوت کو
خدا سے طلب کرنا یہہ بہی کمال ادب
ہے امام ع سے گفتگو کرنے مین

فقال الحسینؑ ایّ الاعمال افضل

قلت

هذا اوّل المسائل والظاهر
من قوله الاعمال ما یتعلق
بالجوارح من الطّاعات
البدنیّة التی هی من فروع
الدین لکن الاستغراق
المستفاد من اللّام و
اضافة ایّ الی الاعمال
یفید العموم التّام الشّامل
للاعمال کلّها قلبیّة کانت او
بدنیّه ومن الاعمال القلبیه نفس
الایمان ایضاً اذ لاشک انّ الایمان
عمل من اعمال النّفس وهو
الاذعان بالله والاقرار

امام حسینؑ نے فرمایا کونسا عمل سب
اعمال سے افضل ہے مین کہتا ہون
یہہ پہلا مسئلہ ہے منجملہ تین مسائل
کے اور ظاہر قول امام سے یہی تہا
کہ عمل سے مراد وہ چیز ہو جو افعال
بدنی از قسم طاعات اور عبادات
کے ہین اور فروع دین کہلاتے
ہین مگر استغراق اور عموم جو
لام اور اضافت لفظ ایّ
سے پیدا ہوا اوس کا تو یہی
فائدہ ہے کہ ہر ایک عمل قلبی
اور بدنی سب مین جو افضل
ہے اوسی سے حضرت سوال کرتے
ہین - قلبی اعمال مین ایمان لانا
بھی خدا پر ایک عمل ہے اس لیے کچھ
شک نہین کہ ایمان عمل نفسانی ہے اور
مراد اوس سے خدا کے وجود پر یقین کرنا ہے
اور یہہ فعل نفسانی ہے یعنی اقرار
کرنا خدا کے معبود برحق ہونے پر

بالقلب على كونه المستحق
بالعبادة دون غيره - ثم لما
كان الحسينؑ قد سأل بالعموم
وسأل منها الافضل واسم
التفضيل اذا استعمل بترك
الاضافة يدل ايضاً على
العموم فكانه قال اَيُّ الاعمال
من الاعمال النفسانية والبدنية
افضل فضيلة تامة
لا يدانيه شيءٌ من الاعمال
في فضيلة بل كُل فضيلة
يتصوّر ويخطر بالبال
تكون حاصلة فيه
- والاعرابي رجل مُتقِن
ماهر باساليب الكلام ويعلم

دل سے اس بات کا کہ وہی خدا
لائق پرستش کے ہے نہ کوئی
اور معبود ہے - پھر چونکہ امام
حسین علیہ السلام نے سوال عموماً
اعمال سے کیا ہے اور انمین بھی
افضل ترین اعمال سے اور اسم
تفضیل کا جب مضاف الیہ
محذوف ہو یہہ بھی عموم پر دلالت
کرتا ہے گویا حضرت نے پوچھا
ہے کونسا عمل نفسانی اور بدنی
ایسا ہے جس کی فضیلت پوری
ہے اور کوئی عمل اوس کا مقابلہ
فضیلت مین نہین کرسکتا ہے
اور جو فضیلت سوچی جائے اور دلمین
کسی کے آئے سب اُسی عمل مین موجود ہو
- اعرابی بھی چونکہ پورا علم رکھتا
ہے طرز ہاے کلام سے اور
خوب جانتا ہے اور پہچانتا ہے

ان غرض الامام اثبات کونہ
مومنا کونہ عاملا بالافضل
فالافضل من الاعمال
فقال الاعرابی الایمان باللہ

قلت

فانہ وان کان من
الامور القلبیۃ وھو من
اقسام العلم و النظر
ولکن قرینۃ المقام
والاستغراق یقتضی جوابا
ان مراد الامام ع
انما ھو ما اجاب بہ الاعرابی
ویویدہ ایضا ما تر انفا
من ان المعرفۃ بقدر المعرفۃ
المفسرۃ بالایمان فی عرف الشارع ع

کہ غرض امام علیہ السلام کی ان سوالات سے
اوسکا مومن اور عامل ہونا ہے
افضل اعمال سے تاکہ استحقاق
اوس کا شرعًا ظاہر ہوجائے
اعرابی نے جواب دیا کہ ایمان لانا
خدا پر یہی افضل اعمال ہے

مین کہتا ہون

اسلئے کہ ایمان اگرچہ اعمال قلبیہ سے
ہے یعنی از قسم علم اور نظر کے ہے
مگر قرینہ مقام اور عموم سوال متقضی
اسکا ہے کہ ضرور مراد امام ع کی وہی ہے
جو اعرابی نے جواب مین کہا ہے اور
اسی کی تائید وہ حدیث نبوی ص
بھی کرتی ہے جو ابھی گذر چکی کہ معروف
بقدر معرفت کرنا چاہئے اس لئے کہ
معرفت کی تفسیر عرف شارع ع
مین اسی ایمان سے کی گئی ہے

وكل الاعمال تابعة له
في كمالها ونقصانها وليس
فضيلة يخلو عنه الايمان
بالله فجواب السائل
مطابق لسؤال الامام ؑ
باكمل الوجوه جزاه الله
خير الجزاء - وايضا فان
الاعرابي كما عرفت رجل
ذو فقه ودراية كان يجب عليه
اولا الاقرار بالايمان فانه
يتفرع عليه كل الامور من الطاعات
والعبادات وتصديق القول و
تكذيبه واستحقاقه ولاريب
ان اقرار الايمان باللسان من الاعمال
البدنية ايضا وافضل الاعمال

اور ہر ایک عمل بدنی اور قلبی اپنی
کمال اور نقصان میں تابع اسی
ایمان کے ہے اور کوئی فضیلت
ایمان سے خالی نہیں ہے - پس
جواب اعرابی کا سوال امام ؑ
کے ہر طرح سے مطابق ہے خدا
اُسے جزائے خیر دے - یہ بھی
خیال کرو چونکہ اعرابی مرد
فقیہ اور دانشمند ہے اس پر
پہلے تو یہی واجب تھا کہ اقرار
ایمان کا کرے اس لیے کہ اسی
ایمان پر ہر ایک عبادات اور عقیدوں
اور اس کے قول کی تصدیق اور
تکذیب موقوف ہے اور اس کا
استحقاق حاجت برآری کا بھی
اسی پر موقوف ہے اور بلا
شک نہیں کہ زبان سے اقرار ایمان
کا کرنا یہ بھی افضل اعمال بدنیہ
ہے جیسا کہ اعرابی نے کیا

فقوله الایمان باللہ لما
انه یثبت الاعتقاد الجازم
باللہ لکن التقوّل
بذلك القول عمل بدنی
وافضل الاعمال البدنیة
ایضاً اذ لا عمل افضل
من الاقرار بربوبیة
اللہ سبحانه فقد اثبت
الاعرابی بذلك القول
انه مومن بقلبه مصدق لذلك
عمل افضل الاعمال بحضور
الامام فقد اتی بافضل الاعمال
البدنیة والقلبیة - ومن
ذلك الاقرار استحق الاعرابی

اب اوس کا کہنا الایمان باللہ
سے کہ جس طرح اوس کے اعتقاد قلبی
کو ثابت کرتا ہے اسی طرح اس
لفظ کا زبان پر لانا عمل بدنی ہے
اور افضل اعمال بدنیہ بھی ہے
اس لئے کوئی عمل بدنی اقرار توحید
خدا سے بہتر نہیں ہے۔ اب
ثابت کردیا اعرابی نے اسی
اپنے کلام سے کہ وہ مومن بھی
ہے اور ساتھ ہی اس کے
عامل افضل اعمال بدنیہ کا
بھی ہوگیا سامنے امام علیہ السلام
کے اب اعرابی بجالایا دونوں
قسم کے عمل یعنی قلبی اور بدنی امامؑ
کے روبرو اور اس بجاآوری سے
اسکو اب استحقاق بھی ہوگیا

ثلث المال كما هو موعودٌ
به من الامام علیه السلام
ثم شرع الحسین ع باختبار
كمال ایمانه فقال

الحسین ع فما النجاة من المهلكة

قلت

والمراد من المهلكة عموم الهلاك
سواء كان فی الدنیا او الاخرة
ودل علی العموم لام الاستغراق
ومن المهلكة الفقر ایضا وقد
ابتلی الله سبحانه الاعرابی به
فكان الحسین ع سأله ان الله سبحانه
اذا ابتلی عبده المومن بعد
كونه مومنا بالایمان التام جعله محتاجا

ثلث مال کا بموجب وعدہ امام
کے جو اسے ملنا چاہئے - اب
حضرت نے اُس کے ایمان کامل
کا امتحان دوسرے مسئلہ سے لینا
شروع کر دیا اور فرمایا کہ یہ مہلکہ
سے نجات مومن کی کیونکر ہوتی ہے

میں کہتا ہوں

مہلکہ سے مراد حضرت کی عام قسم
ہلاکت کی ہے دنیاوی خواہ اُخروی
اور اس عموم پر لام استغراق نے
دلالت کی ہے اور منجملہ اون اقسام کے
فقر بھی ہے اور خدا نے اعرابی کا آج
اسی سے امتحان لیا ہے پس گویا
امام علیہ السلام کا یہ مطلب ہے
کہ خدائے پاک جب اپنے بندہ
مومن کا امتحان لے بعد
اس کے کہ اوس کا ایمان کامل
ہو اور اُس مومن کو محتاج کر دے

في الحوائج لمصالح عديدة لا
يعلمه الا الله فكيف يصنع
ويمسي المومن وكيف يعلم
طريق النجاة منه وما يحل له
وما يحرم عليه في تلك الحالة
والاولى ان تكون المهلكة
معرفة بلام العهد والمعهود
هو الفقر لكن الجواب الذي
ياتي من الاعرابي يدل على
عموم الهلاك فقال الاعرابي
الثقة بالله

قلت

يريد الاعرابي ان الله سبحانه
وعد عباده للنجاة عن المهلكة
في تلك الحالة ان يثقوا عليه

اوس کے حوائج ضروریہ مین بنظر
چند مصالح کے جن کو بجز خدا کے
اور کوئی بخوبی نہین جانتا اب وہ
مومن اپنے شبانہ روزی اوقات
مین کیونکر بسر کریگا اور کیا چیز
اوس پر حلال ہے اور کیا حرام ایسے
وقت مین (بھیک مانگنا بھی اُسی
مین آگیا) اور بہتر تو یہی ہے کہ
المہلکہ کے لفظ پر لام عہد فرض
کرین مگر جواب جو اعرابی دیتا ہے
اوس سے عموم ثابت ہوتا ہے اعرابی
نے کہا کہ نجات مہلکہ سے اسی مین
ہے کہ خدا پر پورا بھروسہ کرے

مین کہتا ہون

اعرابی کا ارادہ یہہ ہے کہ خدا
نے اپنے بندون سے وعدہ
فرمایا ہے کہ جب وہ کسی مہلکہ مین
گرفتار ہون مجھی پر بھروسہ کرین

ويتوكلوا عليه حيث قال
ومن يتوكل على الله فهو حسبه
وقال وكفى بالله وكيلا ولم
يقل الاعرابي التوكل على الله
لان الثقة مقدمة على
التوكل اذ من لا ثقة له
بشئ كيف يتوكل عليه
قال اعقل ثم توكل فقدم
كوننا عاقلين على كوننا
متوكلين والثقة انما هي
بعد التعقل التام بكون الموثوق
عليه قادرا على ان يدفع
عنه تلك المهلكة - اما سوال
الاعرابي عن المال الذي

اور خدا ہی پر توکل کریں چنانچہ فرمایا ہے
جو شخص خدا پر توکل کرے پس
وہی خدا یا وہی توکل بر خدا اُسے
کافی ہے - اعرابی نے یہہ نہ کہا
کہ خدا پر توکل کرنا نجات وہی کرتا
ہے اس لئے کہ وثوق کرنا خدا پر
توکل کرنے سے پہلے ہوتا ہے -
کیونکہ جس کو کسی چیز پر وثوق
نہین ہے کیونکر اُس پر توکل
کرے گا حدیث مین وارد ہے
پہلے خوب سوچ سمجھ لو اُس کے
بعد توکل کرو پس ہمارا عاقل
ہونا اور اپنی عقل سے کام لینا
اس کو توکل پر مقدم فرمایا
اور وثوق ہم کو بعد خوب سوچنے
اور سمجھنے کے ہوتا ہے کہ جس پر
ہم وثوق کرنے مین وہ قادر بھی اسپر
ہے کہ یہہ مہلکہ ہم سے دفع کردے -
اب یہہ سوال کرنا اعرابی کا اپنا مال

يؤدي به ضمان الدية فليس
ينافي كونه واثقا بالله لانه
انما سال عن الامام ع
والحجة التي امر الله سبحانه
المسلمين بان يسالوا عنهم
والحّوا عليهم في مسئلتهم
فانهم احق واولى بذلك
وهم خزان عيبة علم الله
وحفاظه على الخزائن
جعلهم الله قضاة
لحوائجنا اذا احتجنا فلا
منافاة بينه وبين الثقة
بالله بل هو امر محمود مامور
وبالحقيق هو سوال من الله تع

جس سے ادائے ضمان دیت کر دے
یہہ سوال منافی نہین ہے خدا پر
وثوق کرنے سے۔ اس لئے کہ یہہ
سوال تو اعرابی نے امام اور
حجت خدا کے سامنے پیش کیا ہے
جن سے مانگنے کا خدا نے مسلمانون
کو حکم دیا ہے اور فرمایا ہے
خوب الحاح اور اصرار سے اُن
حضرات سے مانگو اس لئے کہ وہ
لائق اور حقدار اسی کے ہین اور
وہ حضرات خزینہائے علم خدا کے ہین
اور محافظ ہین خزینہ ہائے الٰہی کے
خدا نے اون کو ہماری حاجت روائی
پر مقرر فرمایا ہے۔ جب ہم کو احتیاج
ہو ہین اون سے طلب حاجت
کرنے اور خدا پر بھروسہ کرنے
مین کچھ منافات نہین ہے اور
یہہ سوال حکم خدا سے جائز ہے
بلکہ دراصل خدا ہی سے مانگنا ہے

بالوسائط التی جعلها اللہ لنا فی
الدنیا والاخرة والحکمة
فی عرض الحاجات علیهم
انهم ان کانوا قادرین
فاجابوا والا فدعوا اللہ
لنا وشکوا فقرنا الی اللہ
فاستجیب دعوتهم هذا
وقد اثبت الاعرابی من
هذا الجواب انه ایضًا
من الواثقین باللہ
سبحانه لانه لم یعرض
حاجته ولم یشک فقره
علی غیر اللہ سبحانه او الی من امره اللہ
لعرض الحاجات علیهم سلام اللہ علیهم و
استحق بذلک ان یعطی ثلثی المال

بذریعہ اون وسائط کے جس کو خدا
نے ہمارے واسطے دنیا اور آخرت
دونون جگہ ذریعہ شفاعت مقرر
فرمایا ہے اور حکمت آلہی اس مین
یہہ ہے کہ اگر وہ حضرات بالفعل
قادر ہماری حاجت روائی پر ہونگے
فورًا کردین گے ورنہ خدا سے
دعا کرین گے اور ہمارے فقر کی
خدا سے شکایت فرمائین گے اور دُعا
اُنکی ضرور مستجاب ہے لہذا ہماری
مراد پوری ہوگی یہہ تو ہو چکا۔
اب یہہ بھی دیکھو کہ اعرابی نے اس
جواب دوم مین یہہ بھی ثابت کردیا
کہ وہ بھی خدا ہی پر بھروسہ کرنے
والون مین ہے اسلیئے کہ اوس نے عرض حاجت
اپنی اور شکایت اپنے فقر کی خدا ہی سے
کی یا اُس کے سامنے کی ہے جس سے
عرض کرنے کی خدا نے اجازت دی ہے
اب دو ثلث مال کا مستحق ہوا

وقد بقی استحقاقہ للثلث
الباقی وھو یکون بعد
استکمال شروط اُخر وھی
التخلّق باخلاق حسنۃ بعد
الایمان والاسلام الّتی
بھا یزین المرء المومن
ویمتاز بھا عن سائر
الخلائق من غیر المسلمین
لاتباعہ النّبیّ الذی جاء
الینا لتیتمّم مکارم الاخلاق
صلعم فقال الحسینؑ
فما یزیّن الرّجل

قلت

والظاھر ھھنا من التزیین
ھو زینۃ الاخلاق والکمالات

ہان باقی رہا استحقاق اعرابی
ثلث باقی پر اور یہ استحقاق
جب ہوگا کہ اعرابی کامتصف ہو
کامل طور سے اور شروط سے
بھی ہو اور وہ کیا ہے کہ اچھے
اخلاق سے یہ موصوف ہو
بعد ایمان اور اسلام کے وہ
اخلاق کہ زینت مرد مومن کی اونسے
ہوتی ہے اور غیر مسلمین سے مرد مومن
ممتاز ہو جاتا ہے (جسکو ہمارے زمانہ
کے تعلیم یافتہ بھلا رہے ہین) اسلئے
کہ مسلمان کو پیروی اوس نبی کی ہے
جو ہمارے پاس مکارم اخلاق کے پورا تمام
کرنے کیواسطے آئے تھے اب حسینؑ نے
فرمایا کہ زیب آدمی کی کون چیز کرتی ہے

مین کہتا ہون

ظاہر اس جگہ زینت سے مراد زینت اخلاق
اور کمالات علمی اور عملی سے ہے

مع کونہ مومنا واثقا باللّٰہ تو
وقد جمع الحسینؑ فی تلک
السوالات امورا لایخلو
عنہا بشر الا وہو اما غیر
مومن او غیر واثق باللّٰہ وہذا
ایضا من کرامات سیدنا الحسینؑ
التی وہبہا اللّٰہ سبحانہ
ایاہ اکراما لجدہ صلعم فقال
الاعرابی علم معہ حلم

باوصف مومن ہونے اوس شخص
اور نیز واثق باللہ ہونے کے
اور جمع کر دیا حسینؑ نے ان سوالات
مین بطور حصہ عقلی کے ایسے امور
کو کہ جو اون سے خالی ہو گا
یا تو وہ شخص مومن نہین ہے
اور یا واثق باللہ نہین ہے۔
اور یہہ بھی بعض کرامات امامؑ
سے ہے جس کو خدا نے امام
حسینؑ کو بغرض عزت افزائی
اونکے جد کے دیا ہے اعرابی نے
کہا زینت دیہے والا مرد مومن کا علم ہے
جس کے ساتھ حلم بھی ہو۔

قلت

للّٰہ در المجیب فانہ کیف
یتفطن بغوامض الاسرار
التی یودعہا الامامؑ فی مسائلہ
ثم کیف یتقن فی الجواب عنہا

مین کہتا ہون

خدا کیطرف سے ہے نیکی کہ یہہ شخص اعرابی کیا
خوب سمجھ رہا ہے غوامض اسرار امام
کو جو ان سوالات مین تھی پھر کیا
خوب درستی سے جواب دیتا ہے

حتّی انّه لایدع ذکر شیء
من الاشیاء الضروریّة التی
یرید الامامؑ ان یسئل عنها
ثُمّ یترتّب الجواب عن
ذکر الافضل فالافضل
فانظر انّه اختار من
مزیّنات المرء اوّلا
ما هو افضل تزیینا
فی الدّنیا والآخرة وهو العلم
وقارنه بالحلم فانّ
العلم الّذی لم یکن معه حلم
لیس فیه زینة اصلا بل هو
ممّا یشین الرّجل فی الدّنیا
والآخرة فلذا قدّم ذکر العلم

تا اینکہ یہہ شخص کوئی بات ایسی
جوابہ ہی مین نہین چھوڑدیتا جو
ضروری ہے اور امامؑ کا ارادہ اُسکے
سوال کرنے کا ہے - پہر دیکھو کہ
جواب مین اپنے افضل کی ترتیب
کیسی اُس کو ملحوظ ہے پہلے افضل
کو ذکر کرتا ہے اوس کے بعد جو
کم درجہ فضیلت پر ہے دیکھو اعرابی
نے مرد کی زینت وہی مین پہلے اُسی کو
اختیار کیا جسکی زینت وہی دنیا و آخرت
مین پوری ہے اور وہ علم ہے اور اوس کے
ساتھ ہی ساتھ حلم اور بردباری کو بھی
مشروط کردیا اس لئے کہ جس علم کے ساتھ
حلم نہو اوس سے ہرگز مرد کی زینت نہوگی
بلکہ وہی علم باعث بدنمائی آدمی کا
ہے اور دنیا اور آخرت کی رسوائی
ایسے علم سے ہوتی ہے اِسی نظر
سے اعرابی نے پہلے علم کو ذکر کیا

وقید ہ بالحلم۔ ثم لما کان الغرض
المطلوب ھو سوال الزینۃ
العامۃ التی بھا یتزین الرجل
فی الدنیا والآخرۃ فلذا قدم
ذکر العلم علی ما نتلوہ من
الزینۃ التی فی الدرجۃ
الثانیۃ منھا۔ ھذا ما نقولہ
فی شرح قول الاعرابی۔ واما
مناسبۃ ذلک السؤال و
والجواب لنفس الاعرابی
وحالہ فقد علمت فیما سبق
انہ اما خضر او ھو ملک
مقرب وعلی ھذا الاحتمال
فالسؤال والجواب کلاھما
انما ھما لتعلیم الامۃ شرائع

اور اوس کو حلم سے قید لگا کر خاص
کر دیا۔ پہر چونکہ غرض امام ؑ کی زینت
عام کے پوچھنے سے تھے جس کی وجہ سے
آدمی کی زینت دارین حاصل ہوتی ہے
لہذا اعرابی نے علم کا پہلے ذکر کیا
اوس زینت سے جس کا درجہ علم کے
بعد ہے۔ یہہ جو کچھہ ہم نے کہا
ہے شرح کلام اعرابی کی تھی اب
رہی مناسبت اس سوال دوم اور
جواب اعرابی کے خاص اعرابی کی ذات
سے اور اوس کی حالت موجودہ سے
چونکہ ہم نے اوپر کہدیا ہے کہ یہہ سائل
یا تو حضرت خضر ؑ تھے یا کوئی فرشتہ
مقرب۔ اور اس احتمال پر تو
سوال امام ؑ اور جواب اعرابی
دونو بغرض تعلیم اور ہدایت امت
کے ہیں کہ اون کو احکام سمجھا

الامور واحكام الفروع من
انه كيف يجوز القضاء والحكم
على تلك الصورة اذا احضر
مسلم واراد الاعانة من
بيت المال على اداء الحقوق
الواجبة عليه كما هو ظاهر لا
سترة فيه وانما ان كان السائل
هو الاعرابي فى نفس الامر
فمع انه تعليم للاصحاب
وعوام الشيعة توثيق للسائل
وتصديق له فيما ادعاه -
وقوله علم معه حلم فيه
ايماء بانه ايضا يتصف
بما يقوله بعض من
الذين يقولون ما لا يفعلون

شریعت پوری سکھلائے جائین
اور فروع دین کے احکام اور یہہ بھی
کہ حکم کرنا کسی دعوے مین مدعی کے
ایسی صورت مین جب کوئی مسلمان
حاضر ہو اور بیت المال سے اپنی
اعانت ادائے حقوق واجبہ مین چاہے
اور کوئی گواہ ثبوت پیش نہ کرے
اوس کی حاجت روائی کیونکر
کرنی چاہیئے اور یہہ بات ظاہر
ہے کوئی پوشیدگی اس مین
نہین ہے - اور اگر سائل سچ مچ
وہی اعرابی ہے پس یہہ سوال
تعلیم اصحاب اور عوام شیعہ کے
علاوہ تصدیق سائل کی بھی اوس کے
دعوے مین کرتا ہے اعرابی نے
علم کے ساتھ حلم کا ذکر جو کیا اسمین
اشارہ اسکا بھی ہے کہ مین بھی علم با حلم
ہون اور امین سے نہین ہون کہ جو کچھ زبان
سے کہتے ہین اسپر عمل انکا نہین ہے

اما علی تقدیر کون السائل
ملکا او الخضرؑ فظاهر لانہ
مع علمہ وشرفہ لبس
لباس الذی لایعلم اعنی
الاعرابی وقام مقام
عوام الامۃ امتثالا
لامر اللہ واظہارا لکرامۃ
الامام علیہ السلام
وبعد ذلک فقد ادعی
فقرہ توریۃ ومصلحۃ وھی
ھدایۃ عبادہ واظہار الحق
فی قضایاھم الواردۃ علیھم
لیحکموا فیہا علی ما یحکم بہ امامھم
ثم اعترف بعد مسلمہ بانہ
ادون منزلۃ من الامام فقال ان

لیکن اس فرض پر کہ یہ سائل کوئی فرشتہ
یا کہ خضر علیہ السلام تھے پھر تو ظاہر ہے
اس لئے کہ باوجود اپنے عالم ہونے
کے اور باوجود اس شرف کے
لباس ایسے شخص کا بدلا جو عالم نہین
ہوتے یعنی اعرابی لوگون کا اور کھڑے
ہوئے ایسے مقام پر جس جگہ جہال
امت کھڑے ہوتے ہین محض بنظر
بجا آوری حکم خدا کے اور تاکہ امام وقت
کی بزرگی اور کرامت حضار بلکہ تمام
دنیا پر ظاہر ہو پھر اس علم کے بعد
اپنا فقر بھی ظاہر کیا بطور توریہ کے
اور بنظر مصلحت ہدایت خلق اور امر
حق ظاہر کرنے کی غرض سے تاکہ جو قصہ
جھگڑا امت بروارد ہو اوس مین حکم
شرعی اُسی طرح سے کرین جیسا کہ امامؑ
آج کر رہے ہین۔ پھر اسکے بعد اپنی کم علمی
بھی ظاہر کرکے ثابت کر دیا کہ امام سے۔ کم تر
ہین اور صاف کہدیا کہ اگر

لما اجبت تعلمت منك الجواب
كما مر وان كان السائل
اعرابيا فهو يدعى
علمه مع الحلم لانه
يختبر علمه ودينه الامام
وهو يجيب حافظا
لشريطة الادب و
يطأطأ راسه ولا يتضجر
ولا يتبغض مع كون
المسائل من ادق المعلومات
وكونها فى اعلى
مدارج الامتحان
والله يهدى من يشاء
الى الصراط المستقيم ولما
اعلم السائل بما يزين الرجل غاية الزينة

مجھ سے جواب درست نہ ہوگا تو
آپ سے اوسکو سیکھ لوں گا۔
اور اگر سائل وہی اعرابی ہے تو
وہ بھی اپنے علم اور حلم کا مدعی ہے
اس لیے کہ امام علیہ السلام اوس کے
علم کا اور دین کا آج امتحان لیتے
ہین اور وہ جواب دیتا ہے شرط آداب
کے ساتھ اور سر نیاز خم کیے ہوئے
سامنے کھڑا ہے کبیدہ خاطر نہین
ہے اور نہ کچھ اس کو تنغص ہے
حالانکہ مسائل دقیق ہین اور اعلے
درجے کے امتحانی سوالات
اس سے امام علیہ السلام کر رہے
ہین۔ اور خدا جس کو چاہے راہ راست
کی ہدایت کردے۔ پھر جب
اعرابی نے اوس زینت کا ذکر کردیا
جس سے آدمی کی اعلے درجہ کی
زینت دونوں جہان مین ہوتی ہے

فقال الحسینؑ فان اخطاءہ ذلک

قلت

یعنی ان لم یکن الرجل
عالماً حلیما ولہ صور
ثلث اما ان یکون
عالما ولا یکون حلیما
او یکون حلیما ولا یکون
عالماً او لا یکون
عالما ولا حلیما معا ففی
تلک الحالات الثلث ما
یزین الرجل فقال الاعرابی
مال معہ مروۃ

قلت

وانما لم یجب بتعمیم وجود المال کما فی قولہ تعالیٰ

امام حسین علیہ السلام نے پوچھا پہر
اگر یہہ بات اوس مین نہ ہو۔

مین کہتا ہون

مراد حضور کی یہہ ہے کہ عالم حلیم
ہنو اور اُس کی تین صورتین ہین
یا تو عالم ہو اور حلیم نہ ہو یا حلیم
تو ہو مگر عالم ہنین یا نہ عالم ہے
اور نہ حلیم بلکہ جاہل تنگ مزاج ہے
ان تینون صورتون مین کس چیز
سے آدمی کی زینت ہوسکتی ہے
اعرابی نے کہا کہ مال ہو اور اُس کے
ساتھہ مروت بھی رکھتا ہو۔

مین کہتا ہون

اعرابی نے عموماً وجود مال سے
جواب ندیا جیسا کہ قرآن مجید
مین خداوند عالم فرماتا ہے۔

المال والبنون زينة الحيوة الدنيا والباقيات الصّلحات خير عند ربّك ثوابا وخير عقبى لانّ المراد في الآية زينة المرء لنفسه الغير المتعدّية الى غيره من اهل الدنيا والحسين عليه السّلام انّما يسئل عن الزّينة التي بها تزيّن المرء عند النّاس ويوقّر عندهم ويعظم خطره ويعلو منزلته ولذا قيّد السّائل المال بقوله معه مروّة

مال اور اولاد سے زینت زندگی دنیاوی ہوتی ہے اور جو نیکیاں آدمی پس مرگ باقی چھوڑ جائے اون کی خوبی خدا کے نزدیک بنظر ثواب کے ہے اور عقبےٰ مین اون کی خوبی ظاہر ہوگی اعرابی نے محض مال کو زینت وہ اس لئے قرار نہ دیا کہ آیت مقدسہ مین زینت ذاتی آدمی کی مراد ہے جس کا اثر غیر کو نہ پہنچے اور امامؑ اس جگہ اوس زینت سے پوچھتے ہین جسکی وجہ سے آدمی غیرونکی نگاہ مین صاحب توقیر ہو جائے اور مزیّن کہلائے اور اوس کی قدر و منزلت بلند ہو اسی وجہ سے اعرابی نے مال کے ساتھ مروّت کی قید لگا دی

اذ لا يخفى انّ لذّة العيش
و زينة الحيوة الدنيا
قد يحصل بمجرد كون
الرجل ذا مال و لا
يتوقّف على كونه
ذا مروّة امّا الزينة التى
مطلوبة ههنا فهو
مال مع المروّة فان لم يكن
الغنى الملى من ارباب المروّة
فهو عند النّاس ارذل و اخزى
و اشين من الفقير المحتاج
لئيم فى الدّنيا و الاخرة قال
الله سبحانه و من يبخل فانما

اس لئے پوشیدہ نہیں کہ لذت
زندگی اور زینت حیاتِ دُنیوی
کبھی مجرد مالدار ہونے سے بھی
حاصل ہوتی ہے اور بامروّت
ہونے پر موقوف نہیں ہے
لیکن جو زینت اس جگہ مطلوب
ہے وہ تو مال کے ساتھ مروّت
ہو تب حاصل ہوگی پھر اگر
غنی مالدار ذی مروّت نہ ہو
وہ آدمیوں کے نزدیک ذلیل تر
اور رسواتر اور بدنماتر فقیر محتاج
سے ہوتا ہے اور لئیم بدخو دنیا و آخرت
میں ہوگا خدا تعالےٰ نے
فرمادیا ہے جو شخص مال رکھکر
بخل کرتا ہے وہ اپنی ہی

يبخل لنفسه و قال علي
عليه السلام عجبت للبخيل
يعيش عيش الفقراء و
يحاسب حساب الاغنياء
وهذه الزينة التي
ذكرها المجيب لا ريب
انها في الدرجة
التالية من زينة
العلم مع الحكمة
فان العلم كنز ينفق
منه ولا ينفد لا
في الدنيا ولا في الآخرة
بل كلما زاد الانفاق
منه زاد مقداره زيادة لا

ذات پر ضرر بخل کا پہونچاتا
ہے۔ اور جناب امیر علیہ السلام
نے گویا اسی آیت کی شرح
فرمائی کہ مجھے تعجب ہے بخیل
سے کہ اپنی زندگی مثل
فقیرون کے تنگی مین بسر کرتا
ہے اور بروز قیامت حساب
کتاب اوس کا مثل توانگرون
کے ہوگا (یہی مراد ہے آیت
مین کہ اپنے اوپر کمی کرتا ہے) اور
یہہ زینت جس کو اعرابی کہہ رہا
ہے بے شک علم سے دوسرے درجہ پر
ہے جو ہمراہ حلم کے ہو اسلئے کہ علم ایسا
خزانہ ہے کہ دیتے جاؤ اور کم
نہین ہوتا نہ دنیا مین اور نہ آخرت
مین بلکہ جس قدر زیادہ دوگے
علم کی مقدار بڑھتی جائیگی ایسی زیادتی سے

لا مزید علیه امّا کثر المال
فهو وان کان ینقد
فی ظاهر الدّنیا بالبذل
والعطاء عند عوام النّاس
والمستضعفین فی الدّین
لکنّه یزداد ایضًا فی الدّنیا
والآخرة اضعافًا مضاعفة
اقلّها ما وعد الله سبحانه
بقوله من جاء بالحسنة
فله عشر امثالها واکثرها
ما قال مثل الّذین
ینفقون اموالهم فی
سبیل الله کمثل حبّة انبتت
سبع سنابل فی کلّ سنبلة مائة حبّة

جس پر پھر کوئی زیادتی نہ ہو سکے۔
لیکن مال کا خزانہ وہ اگرچہ
ظاہری دنیا مین دینے سے عدد
مین کم ہوتا ہے عوام کے نزدیک
اور جن کے ایمان مین ضعف ہے
مگر وہ بھی بڑھتا ہے دنیا مین اور
آخرت مین یا دونو جگہ دوچند
چہارچند کمتر اوس کے افزایش
یہہ ہے جس کا خدائے تعالے
نے وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوئی
ایک نیکی لائیگا اوسے دہ چند
اجر ملے گا اور زیادہ سے
زیادہ وہ بھی خدائیتعالے نے
فرمایا ہے مثال اون لوگون کی
جو راہِ خدا مین اپنا مال خرچ
کرتے ہین اُس دانہ کے ہے جس نے سات
خوشہ پیدا کئے ہون اور ہر خوشہ مین سو دانہ ہون

والله یضاعف لمن یشاء
ولکن تلک الزیادة مع
انها زیادة تامة لا
تدانی زیادة العلم فان
من تعلم مسئلة من
عالم ثم علمها غیره
وهو غیره الی یوم القیمة
فیکون اجره مضاعفا
باضعاف لا یعلمه الا الله
مع عدم النفاد من
ذلک العالم ایضاً
ولا یذهب علیک ان
الحسین ع امتحن الاعرابی
فی کونه ذا مروة ایضاً
لان سواله اداء ضمان الدیة

اور خدا اس سے زیادہ بھی بڑھا دیتا
ہے جس کو چاہے - پھر بھی یہہ
زیادتی اجر کی اگرچہ پوری زیادتی
ھے مگر علم کے اجر سے مقابلہ نہین
کرسکتے اس لئے کہ جس شخص نے
ایک مسئلہ کسی عالم سے سیکھا اور
اوس نے کسی غیر کو بتلایا اور
اوس غیر نے دوسرے کو اور چلا
سلسلہ تعلیم کا قیامت تک اب جس کو
یہہ مسئلہ معلوم ہوگا اجر اوس کا
پہلے عالم کو ضرور ملے گا اب اس
زیادتی کو بجز خدا کے اور کون جان
سکتا ہے اور لطف یہہ بھی ہے
کہ بتلانے والے کے علم مین کمی نہ
ہوئی - پوشیدہ تم پر نہ رہے کہ
امام علیہ السلام نے اعرابی کا ذی مروت
ہونے کا بھی امتحان فرمالیا اس لئے
ادا ر ضمان دیت کا سوال کرنا اس کا

بالمعنی الذی ذکرناہ
دلیل علی کمال مروۃ
کانہ قال لو کان عندی
مال ادیتھا مروۃ و
ان اعطیتنی یا بن رسول اللہ
فانا اول ما نفعلہ ھو اداء
الدیون ویدل علی ما قناہ
انہ لایشکو فقرہ وضنکہ
فی معاشہ بل انما یشکو
اداء ضمان الدیۃ فھو
اذن فقیر ذو مروۃ فقال

فان اخطاء ذلک

قلت

وفیہ ایضا احتمالات ثلث

اون مضمون سے جن کو ہم نے اوپر لکھا
اس کی کمال مروت پر دلیل ہے
گویا یہہ کہہ رہا ہے کہ اگر میرے
پاس مال ہوتا یا اب ہوگا او نہین
دیون کو پہلے براہ مروت ادا کرونگا
اور اگر آپ بھی مجھے اے فرزند
رسول دین گے پہلے جو کام مین
کرون گا یہی اداے قرض کا کام ہے
اور اس بات پر دلیل یہہ ہے کہ
اپنے فقر اور تنگ حالی کا ذکر مطلق
نہین کرتا ہے بلکہ اداے قرض کا
شکوہ کر رہا ھے لہذا یہہ فقیر با
مروت ضرور ہے ۔ امام حسین عم نے
پوچھا پہر اگر مالدار ذی مروت ہو تو اب کیا ہونا چاہیے

مین کہتا ہون

یہان بھی تین احتمالات ہین

اما ان یکون له مال ولم
یکن مروة او لا یکون له
مال وله مروة او لا یکون له
مال ولا مروة وترتیب
السؤال والجواب یقتضی
ان لا یکون له علم مع العلم
ولا مال مع المروة
بل یکون فاقدا
للزینتین المذکورتین
سابقا لیحسن ما یتفرع علیه
المجیب فی آخر الجواب

فقال فقر معه صبر

قلت

لان الفقیر

یا تو یہہ ہے کہ مال ہے مگر مروت
نہین یا مروت ہے مگر مال نہین
یا اینکہ نہ مال اور نہ مروت ہے
اور ترتیب سوال اور جواب کی اس
طرح سے ہے کہ نہ تو علم ہمراہ
علم کے ہو اور نہ مال ہمراہ مروت
کے ہو بلکہ یہہ دو نو قسم کی زینت
اوس مین نہ ہون جن کا ذکر اوپر
گذر چکا ہے تاکہ اب تیسرا جواب
جو اعرابی دیتا ہے دونون زینت
کے نہ ہونے پر درست ہو اور اوسکو
ہم آیندہ لکھین گے۔ اعرابی نے کہا

اگر یہہ بھی نہ ہو تو فقیر ہو مگر صابر بھی ہو

مین کہتا ہون

جب دونون زینت نرھی اب تو فقر ہی باقی رہا اور
چونکہ فقر کا ہونا فقیر کو ضرور ہی صبر کرنا ہے

الذی لاصبر له یسئل الناس
الحافا و قد ذمّه الله
سبحانه لانه فاقد الحیاء
والحیاء مع الایمان
فالمومن الفقیر یکون
صابرا لامحالة والاعرابی
یدّعی انّه من الفقراء
الصابرین فانّه مع کونه
احوج وافقر لم یسئل
الی یومه هذا احدا
من الاغنیاء وان
سئل عن الامام واظهر
فقره فانّه انما سئل لاداء
دیونه ولم یشک فقره صراحتہ

اور جو فقیر بے صبر ہے ضرور وہ آدمیون
سے سوال کرتا ہے اور سوال کرنے
مین اڑتا ہے ایسے فقیر کی خدا
نے مذمت فرمائی ہے اس لئے کہ
ایسا آدمی بے حیا ہوتا ہے اور حیا
ایمان کے ساتھ ہے پس مومن
اگر فقیر ہوگا صابر ضرور ہوگا
اور اعرابی اس کا بھی مدّعی ہے کہ
مین فقراء صابرین سے ہون
باوجودیکہ مین زیادہ محتاج اور
فقر زائد مین مبتلا ہون آج تک
اس نے کسی مالدار سے سوال نہین کیا
اور امام علیہ السلام سے اگرچہ سوال
کیا ہے اور اپنا فقر ظاہر کیا ہے
تو محض اداے قرض کا سوال
کرتا ہے اور اپنی فقر معیشت
کا صراحتہً نام بھی نہین لیا ہے

فکانه اراد من قوله
فقر معه صبر انی متصف
بهما بدلیل ما ذکرناهٗ
سابقا من انه لم یسئل
ولم یذکر فقرہ فی الناس
وهٰذه السؤالات الکانت
اجوبتها واجبة العمل
والاعتقاد لسائر الامة
لکن اوردها
الامام خاصة لاختیار
الاعرابی کی یظهر
کونه مومنا مستحقا
لاجابة سوال المسائل

گویا اعرابی نے اپنے قول سے
ارادہ کیا کہ مین بھی فقیر صابر
ہون اور دلیل اس کی وہی ہے جو
اوپر ہم نے لکھی ہے کہ اعرابی
نے اور لوگون سے اپنی حاجت
کا اظہار نہین کیا اور نہ اپنے
فقر کو ظاہر کیا۔ اور یہہ سوالات
اگرچہ سب واجب العمل اور
واجب الاعتقاد سب امت کے
واسطے ہین مگر امام علیہ السلام
نے بالخصوص بغرض امتحان
اسی اعرابی کے پوچھا ہے
تاکہ اس کا مومن اور مستحق
ہونا اوس مال کا ظاہر ہو
جس کا سوال کرتا ہے -

ثم لما فرغ المجيب من
بيان المزين الثالث
وهو الفقر مع الصبر و
لم يبق بعده شئ مما
يزين الرجل بعد فقد
الامور الثلثة فقال
الحسين علیه السلام
فان اخطاءه ذلك۔

قلت

يعنى ان الرجل اذا لم
يكن عالما حليما ولا غنيا
ذا مروة ولا فقيرا صابرا
فكيف يعيش فى الدنيا و
مايليه وما هو حرى بذلك

پہر جب اعرابی فارغ ہو چکا تیسرے
زینت دہندہ امر سے یعنی
فقر مع الصبر سے اور اب
اس کے بعد کوئی صفت ایسی
باقی نرہی کر آدمی کی زینت اوس سے
ہوسکتی بعد مفقود ہونے تینوں
زینت دہندہ امور کے اب
جناب امام حسین علیہ السلام نے فرمایا
کہ اگر یہہ بہی صفت آدمی مین نہو

مین کہتا ہون

مراد حضرت کی یہہ تہی کہ نہ تو
آدمی عالم حلیم ہو اور نہ مالدار
ذیمروت ہو اور نہ فقیر صابر ہو اب
کیونکر زندگی بسر کرے دنیا مین اور
کس بات کے لائق ہے اور کیا چیز
اُسکے سزاوار ہے کہ وہ کرسکے

فقال الاعرابی فصاعقة

تنزل من السماء فتحرقه

فانه اهل بذلک فضحک الحسین

قلت

یعنی الفقیر الغیر الصابر

لما کان فاقدا لکل ما یزین

الرجل من المزینات الثلثة

فهو خاسر بالخسران المبین

و ذلیل غایة الذل عند الله

سبحانه و عند الناس فحری

به ان تنزل صاعقة من السماء

فتحرقه لان موته اولی من حیوته

وهو مبتلی بالفقر المکب نعوذ بالله منه

اعرابی نے کہا اب ایک بجلی آسمان

سے گرے اور اوس کو جلا دے

اس لیئے کہ وہ شخص اسی کے

لایق ہے پس جناب امام حسین

علیہ السلام ہنسنے لگے رضی اللہ عنہ

مین کہتا ہون

مراد اعرابی کی یہ تھی کہ جب

آدمی ہر ایک زینت دہندہ

اوصاف سے خالی ہو وہ تو

انتہا درجہ کا زیان کار اور

نہایت درجہ کا ذلیل اور خوار ہے خدا

کے نزدیک بھی اور آدمیوں کے نزدیک اب

لایق اس کے یہی بات ہے کہ بجلی اُسپر گرے اور

جل بھن کر مر جاے اس لیئے کہ اُسکی موت ایسی

خراب زندگی سے بہتر ہے اور وہ ایسے فقر مین

گرفتار ہے جو منہ کے بل آدمی کو گراتا ہے پناہ بخدا

وانما قلنا ان الفقير الغير
الصابر فاقد للمزينات الثلث
كلها لان الفقر مع عدم الصبر
لا يجتمع مع العلم مع الحلم
فان العالم الحليم ليس من
شانه ان يجزع ولا يصبر على
فقره والا فهو اخزى من
الجاهل واما عدم اجتماع
المال مع الفقر فظاهر لما بينهما
من التباين وكذا عدم
الصبر يستلزم عدم المروة لان
المروة نوع من الصبر وعدم العام
يستلزم عدم الخاص مطلقا

یہہ جو ہم نے کہا کہ فقیر غیر صابر تینوں
قسم کی زینت سے خالی ہے
اس کی وجہ یہہ ہے کہ فقیر ہمراہ
بے صبری کے عالم حلیم تو نہیں ہوتا اسلئے
کہ عالم باحلم اوس کی شان سے یہہ
بات نہیں کہ بحالت فقیر روتا پھرے
اور اپنے فقر پر صبر نہ کرے ورنہ
وہ عالم تو جاہل سے بھی بدتر ہے
اب رہا فقیر کا مالدار ہونا اس مین
تباین ہے اسی طرح بے صبری
بے مروتی کو بھی لازم ہے کیونکہ
مروت صبر کی ایک قسم ہے
اور جب صبر نہ ہوگا مروت
بھی نہ ہوگی اس لئے کہ سلب عام
مستلزم سلب خاص مطلق کو ہے

فقد ثبت ان الفقیر الغیر
الصابر اخزی واذل و
اشین من الناس کلہم فہو احری
بان تحرقہ صاعقۃ السماء
کما قال الاعرابی و
صدق فی قولہ جزاہ
اللہ الجزاء الاوفی و
جعل عاقبتہ خیرا
من الاولی - واما
ضحک الحسین علیہ السلام
بعد قولہ ھذا فدلیل
علی ان الاعرابی قد
فہم حق الفہم ان

اب تو ثابت ہوگیا کہ جو فقیر
صابر نہ ہو سب سے زیادہ
زبون حال اور سب سے زیادہ
ذلیل اور رسواتر سب آدمیوں سے
ہے وہ لایق اسی کے ہے کہ بجلی
آسمان سے اوس پر گرے اور
اوس کو جلاکر خاک کر دے جیسا
کہ اعرابی نے کہا ہے خدا اُس کو
جزاے خیر دے اور اوس کا
انجام آغاز سے بہتر کرے - اب
امام حسین علیہ السلام کا ہنسنا بعد اعرابی
کے اس کہنے کے یہ پوری دلیل ہے کہ
اعرابی نے بخوبی سمجھ لیا اور سوالات
کی تہ کو خوب ہی پہونچ گیا
اور یقین اوسے ہوگیا کہ

الامام ع وان لم یکلفه بالیمین
الشرعی علیٰ کونه عاجزاً
ولکنه یختبره فی کونه
صادقاً بنوع آخر من الاختبار
فان الیمین الشرعی وان کان
له صیغة معینة ولکن
للامام او من نصبه
فی اخذ الیمین سعة
واسعة اذا لم یتعلق
قضاء حاجة احد یتوقف
ادائها عن بیت المال
بل عن ماله الخاص
ولعل من بعض نظائره
ما یروی عن الرضا ع

گرچہ امام ع نے اوس کو تکلیف
قسم شرعی ادا کرنے کی
نہیں دی کہ اپنے عجز کو حلف
سے بیان کرے مگر دوسری
قسم سے امتحان اوس کا لینا
حضرت کو مرکوز ہے اس لئے
کہ قسم شرعی اگرچہ اس کا
صیغہ خاص مقرر ہے مگر امام
اور نائب خاص امام ع کو پوری
گنجائش ہے جب کسی کی حاجت
روائی بیت المال سے متعلق
نہ ہو بلکہ اپنے ذاتی مال سے
کسی سائل کو دینا چاہیے تو وہ
اور طرح سے بھی امتحان
کر لے اور شاید جو قصہ جناب
امام رضا ع کا منقول ہے وہ بھی
اسی کی نظیر ہو سکتا ہے
و قابل سننے کے ہے

وملخصه ان امرأة
ادّعت عليه صلوٰة الله
عليه (نعوذ بالله منه)
بالزنا لاغواء بعض الناصبين
بحضر بعض القضاة الجائرين
وادّت المرأة بعد النكول
اليمين الشرعي فلم يرض
به الرضا عليه السلام
وقال اريد ان تودي اليمين
على ما اقول حرفاً بحرف
ثم عدّ الرضاء من صفات
الله سبحانه بانه قهار
مبير الظالمين وكذا وكذا

خلاصہ اس قصہ کا یہہ ہے کہ
ایک عورت نے معاذ اللہ جناب
پر دعوے زنا کا باغواے بعض
دشمنان پیش قاضی جور کے پیش
کیا اور بعد انکار کے جب
بقاعدہ نکول حضرت نے اُسی
عورت سے قسم شرعی کھانے
پر حصر کیا اُس نے قسم بھی کھائی
حضرت نے فرمایا یون نہین بلکہ
جس طرح سے مین کہون حرف
بحرف ویسی قسم تو ادا کرے
اس کے بعد حضرت نے خدا کی
صفات ادا فرمائی کہ وہ
خدا جو قہار ہے جبار ہے اور
ظالمون کو ہلاک کرتا ہے
جھوٹھی قسم کھانے والون
کو یہہ سزا دیتا ہے وغیرہ وغیرہ

حتی ارتعدت فرائص الحضار
وذابت القلوب من
خشیۃ اللہ ثم قال الرضاؑ
احلفی باللہ الذی ھذہ
الصفات لہ فانکرت
وقالت لا احلف باللہ
الذی ھذا شانہ و
انی کاذبۃ فیما ادعیتہ
انما دعانی علی ذلک
الکذب والافتراء
فلان بن فلان
کما ھو ماثور فی معجزات
الرضاؑ والغرض من
ذکرہ ان الاعرابی ایضا کانہ

تا اینکہ حضار مجلس کے جوڑ بند
ہلنے لگے اور دل سب کے
پگھل گئے خوف خدا سے تب
امام رضاؑ نے فرمایا اب تو
ایسے خدا کی قسم کھالے جس کے
یہہ صفات ہین عورت کہنے لگی
ایسے خدا کی تو مین جھوٹھی قسم
نہ کھاؤنگی اور مین اپنے دعوے
مین جھوٹھی ہون مجھے اس
افترا کرنے پر فلان بن فلان شخص
نے آمادہ کیا ہے - یہہ قصہ
معجزات جناب امام رضاؑ مین مذکور
اور ہماری غرض اس کے لکھنے سے
یہہ ہے کہ اعرابی نے بھی اگرچہ
قسم شرعی نہین کھائی مگر شاید

حلف علی کونه صادقا
بانه انکان کاذبا فی دعواه
وعجزه عن اداء الضمان
فحرے به ان تحرقه صاعقه
السماء ای یعذبه الله
بعذاب نزول الصاعقه
وایضا ثبت من قوله
انه لایرضی بحیوته
انکان فقیرا غیر صابر
ولذا ضحک الحسین ع
ورمی بصرة الیه فیها
الف دینار واعطاه خاتمه
وفیه فص قیمته مأتا
درهم وقال یا اعرابی

اپنے سچے ہونے پر یون قسم
کھائی کہ اگر وہ اپنے دعوائے
فقر اور عاجز ہونے سے ادائے
ضمان مین کاذب ہو سزاوار
اوس کے یہی ہے کہ بجلی اوسے
جلادے یعنی خدا کا عذاب اوپر
بجلی گرانے کا نازل ہو اور
یہہ بھی ثابت ہوا اس کہنے
سے کہ یہہ فقیر غیر صابر ہو کر
اپنا جینا پسند نہین کرتا ہے
اسی وجہ سے جناب امام حسین
علیہ السّلام ہنس پڑے اور
ایک تھیلی جس مین ہزار دینار سُرخ
بھرے تھے اوس کی طرف پھینک
دی اور ایک انگوٹھی جس پر
دو سو درہم کا قیمتی نگینہ جڑا
ہوا تھا اوسے عطا فرمائی اُس کے
بعد آپنے فرمایا اے اعرابی

اعط الذهب ای الدنانیر

التی فی العتبۃ الی غرمائك

قلت

وهم غیر المضمون لهم بالدیۃ
وظاهر لفظۃ الغرماء ان
الاعرابی کان مدیونا
للغرماء ایضا مع کونه ضامنا
لاداء الدیۃ واکتفی
بذکر اداء الضمان او
اراد من لفظ الدیۃ ما شرحناہ
سابقا وقد علم ذلك
الامام اما بالقرائن الحالیه
او بعلمه الخاص وهذا اقوی

یہہ سونا یعنی دینار جو تھیلی
مین ہین اپنے قرضخواہون کو دینا

مین کہتا ہون

یہہ قرضخواہ لوگ جن کو حضرت
نے دینے کو فرمایا ہے علاوہ
اوس کے ہین جن کا اعرابی
ضامن دیت ہے اور ظاہر لفظ
قرضخواہون سے یہی ہوتا ہے
کہ یہہ شخص مقروض بھی اور
ضامن دیت بھی تھا مگر فقط
ادائے ضمان کا سوال کیا
تاکہ لفظ دیت سے وہی مراد
لے جس کو ہم اوپر لکھہ چکے
اور امام ؑ نے قرائن حالیہ سے
اوس کو سمجھہ لیا خواہ اپنے
علم امامت سے اور یہی احتمال
میرے نزدیک زیادہ قوی ہے

عنا - لان تقسيم المال
الذى، وعد ادائه فى ابتداء
الخطاب اول دليل على
ذالك - وايضاً قوله ع
اعد الذهب الى غرمائك
نصّ صريح على انّ الديون
لا تزيد عليه ولا تنقص منه
والا فلا بدّ كان يقول الاعرابي
انها انقص او ازيد

واصرف الخاتم فى
نفقتك وان لم تسئل
عنها فاخذ الاعرابي وقال
الله اعلم حيث يجعل رسالته
وهذا الذى قاله الرجل من

اس لئے کہ تقسیم کر دینا اوس
مال کا جس کے ادا کرنے کا حضورؑ
نے ابتداے خطاب سے وعدہ
فرمایا ہے بڑی دلیل ہے کہ
علم امامت سے اپنے جانتا تھا-
ایضاً آپکا ارشاد کہ دینار اپنے
قرضخواہوں کو دینا یہہ بھی نص
صریح ہے کہ جس قدر قرض اسکے
ذمہ ہے ہزار سے کم یا زیادہ نہین
ہے ورنہ اعرابی ضرور کہتا کہ یہ مقدار
کم یا بیش ہے اور انگوٹھی کی قیمت
اپنے نفقہ مین خرچ کر اگرچہ تو نے
اسکا سوال نہین کیا ہے اعرابی نے
لیا اور کہنے لگا خدا ہی کو
علم ہے کہ منصب رسالت
کس گھر مین زیبا ہے اور
یہہ کلام جو اعرابی نے کہا

من کلام خاص یتکلم بہ الخضرؑ
کلما یحضر عند الائمۃ علیہم السّلام
حین ذھابہ عن ذٰلک
المجلس واللہ یعلم۔

خاتمہ بقول غلام حسنین الکنتوری

قد تمّ بحمد اللہ ما اردتُ
فی شرح الحدیث راجیا
ان یقضی سیدنا الحسینؑ
حاجتی التی ھو یعلمہا فسئل بل
اللہ سبحانہ لانہؑ حریٌ
بالشّفاعۃ وانّ اللہ ولیّ
لا مولٰی لی سواہ وآخر
دعوٰینا ان الحمد للہ
ربّ العالمین والصّلوۃ والسّلام علی النبی وآلہ الاکرمین

یہہ کلام خاص حضرت خضرؑ کا
ہے جب آپ تشریف لاتے ہین
کسی امام کی خدمت مین چلتے
وقت یہی ارشاد فرمایا ہے

خاتمہ۔ غلام حسنین کنتوری کہتا ہے

شرح حدیث الحمد للہ تمام ہوگئی
اور مین امیدوار ہون امام حسینؑ
سے کہ میری جو خاص حاجت ہے
جس کو حضور جانتے ہین او سے
بھی مثل حاجت اعرابی کے
بر لائین پس خدا سے میری سفارش
فرمائین اس لئے کہ حضور
لائق شفاعت کرنے کے ہین
اور خدا بھی مالک ہے میرا
سوا اوس کے مولےٰ نہین
اور ختم رسالہ دعا پر اور
درود نبی اور آل نبیؐ پر ہو۔